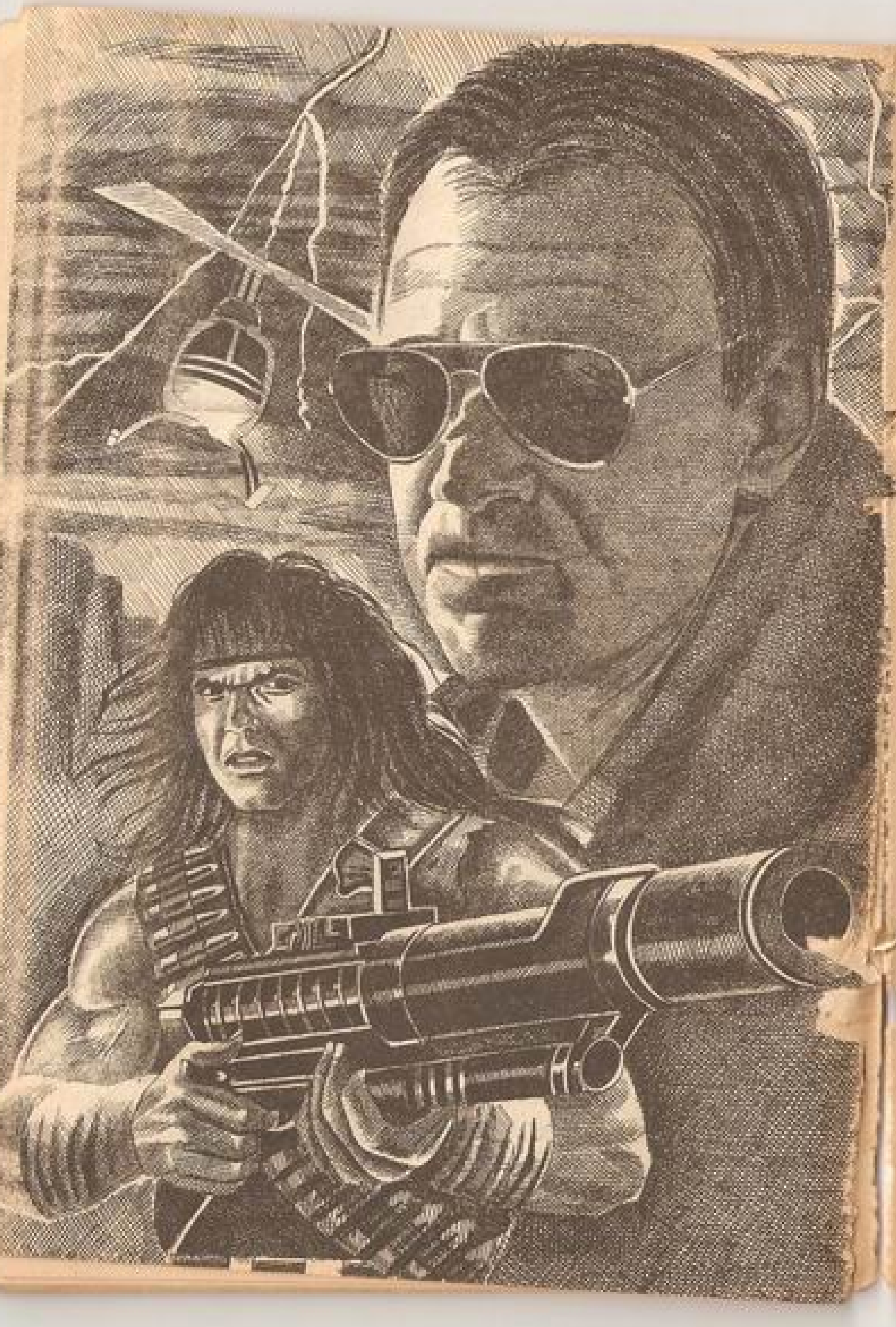

ابن صفی

خوشبو کا حملہ

[illegible] پرجوش لمحوں کے لیے
[illegible] ابن صفی کی [illegible]
جاوید [illegible] کا
ایک مکمل اور دلچسپ ناول

ہرنوں جیسی آنکھوں والی غزالہ اس آدمی کو کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی، وہ اس کے بنگلے کے قریب والی پیاؤ پر بیٹھا اس آوارہ کتیا کو پُرتشویش نظروں سے دیکھا کرتا تھا جو آج ہی کل میں بچے دینے والی تھی۔ عجیب آدمی تھا کبھی کبھی کتیا سے اس طرح باتیں کرنے لگتا جیسے اس سے جواب مل رہے ہوں اور وہ اس کے فیصلے سنتا رہا ہو۔ انداز اس شوہر کا سا ہوتا جو اپنی بیوی کی کج بحثیوں سے تنگ آ گیا ہو۔ بسا اوقات باتیں کرتے کرتے پیشانی پر ہاتھ مارتا بھی دیکھا جاتا تھا۔ خوش شکل اور جوان العمر آدمی تھا۔ صورت سے پاگل بھی نہیں لگتا تھا البتہ اول درجے کا بے وقوف ضرور معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ ان میں وحشت [illegible] کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ غزالہ اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے اسے دیکھتی رہتی۔ سڑک کی دوسری جانب زیر تعمیر عمارت کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ لہٰذا چوکیداروں اور مزدوروں کے لیے ایک چھوٹا سا بازار قائم ہو گیا تھا جس کی دکانیں لکڑی کے کیبنوں یا جھونپڑیوں پر مشتمل تھیں ان میں چائے خانے، پان شاپ، پرچون، اسٹور بھی تھے... لیکن نہ وہ کوئی دکاندار تھا اور نہ زیر تعمیر بستی میں کام کرنے والا کوئی مزدور... پھر کون تھا وہ فضول باتوں میں سر کھپانے کے لیے اس کے پاس وقت ہی وقت تھا ورنہ غزالہ کی جگہ اور کوئی لڑکی ہوتی تو اسے کوئی اہمیت نہ دیتی کیونکہ اس شہر خدا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی جو راہ چلتے خواہ مخواہ بڑبڑاتے، ہاتھ جھٹکتے اور آنکھیں چمکاتے دیکھے جاتے تھے۔ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ بی اے کرنے کے بعد قانون کی ڈگری بھی لی تھی، وکالت شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اور اپنے پیروں پر کھڑی ہو جانے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی تھی۔ ہوائی قلعے خواہ بیڈ روم ہی میں تعمیر کیے جاتے ہیں۔ [illegible] تھی اور بستر تھا، زیادہ تر وقت بیڈ روم میں گزارنے کی بنا پر یہ نئی دلچسپی ہاتھ آئی تھی... اور آج پڑوس کی ایک دس گیارہ سال کی لڑکی بھی [illegible] تھی جو کبھی کبھی پیاؤ کے پاس کھڑی دکھائی دیتی اور اس آدمی کو وہ بھی حیرت اور خوف کے ملے جلے احساسات کے ساتھ دیکھا کرتی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے، وہ دوسروں کو بھی ستاتا ہے؟" غزالہ نے اس سے پوچھا۔

"میں نے تو کبھی نہیں دیکھا آنٹی۔ کتیا کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتا۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا باتیں کرتا ہے؟"

"کچھ نہ پوچھیے، بڑی ہنسی آتی ہے۔" وہ ہنس پڑی۔

"آخر کہتا کیا ہے؟"

"کہتا ہے بیگم! اکتا گیا ہوں کہ آج کل دو دو گھنٹے پڑا کرو... مگر تم مانتی ہی نہیں۔"

"کیا؟" غزالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہاں آنٹی یقین کیجیے، وہ اس کتیا سے ایسی ہی باتیں کرتا ہے جیسے لوگ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں اور کہتا ہے اس بار کم از کم پانچ بچے ضرور ہوں گے... گر نر بچے ہوئے تو یہ نام رکھوں گا اور اگر مادائیں ہوئیں تو فلاں فلاں نام۔"

"اوہو نام بھی؟" غزالہ ہنستی ہوئی بولی۔ "بھلا کوئی نام بتاتا تو ہو"

"نام تو یاد نہیں لیکن اتنا بتا سکتی ہوں کہ نام انگریزوں کے سے ہوتے ہیں۔"

"آخر ہے کون؟ کیا پڑھا لکھا بھی معلوم ہوتا ہے؟"

"ہاں آنٹی کبھی کبھی انگلش میں بھی بات کرتا ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے، صورت سے تو پاگل نہیں معلوم ہوتا۔"

"وہ سامنے جو پکوڑے والا ہے نا اس سے مچھلی کے تلے ہوئے قتلے خرید کر کتیا کو کھلاتا رہتا ہے۔"

"رہتا کہاں ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی... لیکن سارا دن پلیا پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔"

"وہ تو میں بھی دیکھتی ہوں۔"

"اور آنٹی میں نے کچھ لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ وہ سی آئی ڈی والا ہے۔"

"ارے نہیں" غزالہ ہنس کر بولی۔ "ادھر کیا رکھا ہے کہ سی آئی ڈی والے آئیں گے۔ شریفوں کی بستی ہے۔"

پھر اسی دن اس نے اپنے خانساماں کو کہتے سنا کہ کوئی پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں۔

"ہلے جا۔ بس بیٹھے رہتے ہیں" دوسرا ملازم بولا۔ "کھوپڑی سے اترا ہوا لگتا ہے۔ سالا کتیا سے جانے کیا ڈائیلاگ بولتا رہتا ہے۔"

"کوئی جانے ان معاملات کو، اگر یہ لوگ ایسے نہ ہوں تو ڈھونڈنے والے انہیں دن رات گھیرے رہیں۔"

"ہلے کسی تیسرے نے کہا" "مجھے تو خفیہ پولیس والا لگتا ہے۔"

پھر وہ تینوں خاموش ہو کر سوچنے لگے تھے۔ دوسرے دن صبح ہی صبح ٹماٹر نے آ کر بتایا کہ کتیا نے بچے دیے ہیں پورے چھ عدد ہیں۔

"لیکن آنٹی وہ ابھی نہیں آیا" ٹماٹر نے اداسی سے کہا۔

ادھر سامنے والی بستی کے بازار میں پکوڑے والا بابا رہے پوچھ رہا تھا۔ "ابن بھائی، یہ مرغی کا سوپ کیسے بنتا ہے؟ وہ سالے پلیلی صاحب آرڈر دے گئے ہیں۔"

"مرغی کا سوپ!" ابن حجام نے سر کھجاتے ہوئے کہا "مرغی کی بوٹیاں کر کے پتیلی میں ڈالو اور نمک پانی بھر دو... نمک بھی ڈالو... ادرک چاول بھی... پھر جب آدھا پانی رہ جائے تو اتار لو سوپ تیار ہو گیا۔"

"پچیس روپے دے گیا ہے۔"

"یار یہ آخر ہے کیا چیز...؟"

"اللہ ہی جانے... روزانہ آٹھ دس روپے کی مچھلی کھلا دیتا ہے سالی کو...؟"

"آتا کہاں سے ہے؟"

"پتا نہیں، کہتا ہے آسمان کے نیچے زمین پر رہتا ہوں ساری دنیا میری ہے۔"

"مرغی کا سوپ پلائے گا کتیا کو...؟"

"کہہ رہا تھا کہ اس کتیا کا باپ بہت بڑے افسر کا کتا تھا۔" ابن حجام نے زور دار قہقہہ لگایا اور پکوڑے والے نے کہا۔ "کتیا کے بھی نخرے ہو گئے ہیں۔"

"لیکن وہ پاگل تو معلوم نہیں ہوتا" ابن حجام بولا۔

"پاگل بھی نہیں بھیا... وہ تو بڑی گہری باتیں کرتا ہے... کل کہنے لگا کہ یہ جو اپنے حضرت ٹیپو سلطان شہید تھے نا... ان سے انگریز اتنا جلتے تھے کہ اپنے کتوں کے نام ٹیپو رکھنے لگے تھے اور آج بھی رکھتے ہیں۔ میں اپنی کتیا کے بچوں کے نام ایڈورڈ، چارلس، وکٹوریہ اور البرٹ رکھوں گا۔"

"واہ بھئی... وہ تب تو پاگل نہیں ہے مگر آخر ہے کون؟"

"کہتا ہے بس میں ایک دکھی آدمی ہوں۔"

"ارے تب تو ایسی بچوں کی ماں جان مرغی کا سوپ نہیں پئیں گی تو کیا مسور کی دال کھائیں گی۔"

دونوں نے قہقہے لگائے تھے۔

ادھر شام کو غزالہ نے دیکھا کہ وہ اسی پلیا پر بیٹھا کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ ہاتھ بڑھا کر کتیا کو جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اس نے سوچا کیوں نہ قریب سے اس کی باتیں سنی جائیں۔ کتیا نے بچے بھی دے دیے تھے انہیں دیکھنے کے بہانے وہ پلیا کے قریب تک جا سکتی تھی۔ بس پھر وہ اپنے بیڈروم سے نکل کر نیچے منزل پر آئی تھی اور پلیا کی طرف چل پڑی تھی۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر عقب میں جا رکی کسی قدر ترچھی ہو کر انہماک سے کتیا کے بچوں کو دیکھ رہی تھی لیکن کان اجنبی کی طرف لگے ہوئے تھے جو کتیا سے کہہ رہا تھا "دیکھو ڈارلنگ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ تم ان کی پرورش تم کرو اور تمہیں کون سنبھال لوں... تمہارا یہ اعتراض درست نہیں کہ میں بھونک نہیں سکتا۔ ویسے اس بھونکنے کا بھید ہے۔ ہم بھی بھونکتے ہیں اور بہت اچھی طرح بھونکتے ہیں۔ فلسفہ بھونکتے ہیں منطق بھونکتے ہیں سیاست بھونکتے ہیں اور تمہاری طرح ایک دوسرے کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے بھی ہیں... اُف فوہ... آخر تم سمجھتی کیوں نہیں... میرے زیر تربیت ان میں سے کوئی ماسٹر ڈگری لے گا... کسی کے حصے میں ڈاکٹریٹ آئے گی اور کوئی کسی اعلیٰ مقابلے میں آئے گا اور لوگ کہیں گے واہ وا... کیوں نہ ہو آخر کس کتیا کے بچے ہیں!"

نہ جانے کیوں یک بیک غزالہ کو غش آ گیا تیز لہجے میں بولی۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

اجنبی چونک پڑا تھا لیکن اس کی طرف مڑ کر دیکھے بغیر کتیا سے بولا "ہم نے سنا ڈارلنگ، تم سے کہیں زیادہ اچھا بھونک سکتی ہیں۔ اس معاملے میں ہم تم سے ایک ڈگری آگے ہیں یعنی خود مر جاتے ہیں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"قسم کھاتا ہوں کے ماروں گی سر کے دس ٹکڑے ہو جائیں گے۔" غزالہ غرائی۔

"اور سنو" وہ کتیا سے بولا "آج عورت کاٹتی اور بھنبھوڑتی ہو اور ہم پتھر سے کر تم لوگ کی دھمکی دے سکتے ہیں۔"

"بتاؤں لوگوں کو...؟"

"جی نہیں" وہ اس بار غزالہ کی طرف مڑ کر بولا "انہیں تکلیف نہ دیجیے بلکہ مجھے یہ بتائیے کہ جہاں میں تشریف فرما ہوں۔"

غزالہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگی پھر جلدی سے بولی "تم پاگل تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"کیا مجھے پاگل معلوم ہونا چاہیے؟"

"میں کیا جانوں۔"

"آپ کی شان نزول بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بڑے بڑے الفاظ بول کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"تم نے آپ سے کس کوشش کے سلسلے میں زحمت فرمائی ہے؟"

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے پھر سنبھل کر بولی "میں کتیا کے بچے دیکھنے آئی تھی۔"

"آپ بڑا اتفاق بھی معلوم ہوتی ہیں، مسز ذعیب کو کیسا گہرا دیا؟"

"مسز ذعیب؟" اس نے زہرالی ہنسی کے ساتھ دہرایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، میں مسز ذعیب ہی ہوں۔"

"مسز ذعیب...؟" وہ پھر ہنس پڑا۔

اتنے میں پکوڑے والے کی آواز سنائی دی "پلیلی صاحب! یہ مرغی کا سوپ تیار ہو گیا" وہ ایک بڑا سا مٹی کا پیالہ اٹھائے سڑک پار کر رہا تھا۔

"بہت خوب پلیلی صاحب" غزالہ مضحکہ اڑانے کے انداز میں بولی۔

"شرافت ہے" ذعیب نے سنجیدگی سے کہا۔

پکوڑے والا قریب پہنچ گیا تھا اور حیرت سے غزالہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ ذعیب نے ہاتھ ہلا کر کہا "کھڑے کیوں ہو... پیالہ بیگم صاحبہ کے آگے رکھ دو۔"

"جی...؟" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، شاید وہ سمجھا تھا کہ بیگم صاحب سے مراد غزالہ ہے۔ غزالہ اس کے اس انداز پر بری طرح جھینپی تھی لیکن ذعیب نے جلدی سے کتیا کی طرف اشارہ کر کے کہا "بیگم صاحب کو نہیں پہچانتے؟"

وہ عجیب سی ہنسی کے ساتھ پیالہ لیے ہوئے خشک نالے میں اترا اور اسے کتیا کے نیچے رکھ کر واپس لوٹ کے بغیر سڑک پار کر گیا۔

کتیا نے چپڑ چپڑ سوپ پینا شروع کر دیا تھا۔

"تو پلیلی صاحب! آپ سچ مچ اسے مرغی کا سوپ پلا رہے ہیں" غزالہ نے حیرت سے کہا۔

"کیا کروں... ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے۔ اب آپ بتائیے اور جو کچھ کھلایا پلایا جاتا ہو ڈلیوری کے بعد...؟"

"بکواس مت" یہ کہہ کر وہ تیزی سے مڑی تھی اور اپنے بنگلے کی طرف چل پڑی تھی۔

"ارے ہاں" ذعیب ہاتھ اٹھا کر دے بولا "آپ سوپ کے لئے ٹوپی خواہ دیجئے اگلی قسط کے پیسے میں دے دوں گا... ارے باپ رے... شریف مزدوری کی توتی تو رہ ہی گئی!"

"انگلش میں بولو" دوسری بائیں جانب سے بھاری بھرکم اور گونج سی آواز آئی، شاید اسی آواز نے غزالہ کے بڑھتے ہوئے قدم بھی روک دیے تھے۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑی۔ ذعیب کے قریب علاقے کا داروغہ کھڑا نظر آیا تھا، اب کچھ دیر ہو کر رہے گا۔ اس نے داروغہ کو کہتے سنا "ابے یہ بیگم صاحب سے کیوں جھک جھک کر رہا تھا؟"

نفرت کی شدید لہر غزالہ کی رگ و پے میں دوڑ گئی پھر کسی ہوئی

گھنیری مونچھوں والا وہ دیو نژاد سے زہر سی لگتا تھا۔ اس کی زبان سے اپنا ذکر سن کر اس کے پیر کانپنے لگے۔ خوف زدگی اور نفرت کے ملے جلے اثر نے طبیعت میں اضطراب پیدا کر دیا اور وہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ ادھر نمرود ڈمپ کے سر پر ہو رہا تھا۔ "کون ہے تو... یہاں تیرا کیا کام...؟"

"میں اور میری بیوی اس پیپا کے پیچھے رہتے ہیں" ڈمپ نے عاجزی سے کہا۔

"نہیں بیٹا! سنا ہے بہت مال شال ہے تیرے پاس... سسری کو تیری کا سوپ پلواتا ہے"

"ویری جینٹلمین... آپ میری وائف کی توہین کر رہے ہیں"

"بیٹا کچی بات" نمرود ہاتھ اٹھا کر بولا "اور دو زوردار مار کر بھس بھر دوں گا"

"تم مجھ سے کچی بات پوچھنے والے کون ہوتے ہو، پہلے اپنا تعارف تو کراؤ" ڈمپ نے سر جھٹک کر کہا۔

"اچھا بے" نمرود نے آنکھیں نکالیں۔

"استاد... استاد..." سڑک کی دوسری جانب سے اچانک آوازیں آئیں اور نمرود مڑ کر دیکھنے لگا۔ پکوڑے والا... اور تین حمام ان کی طرف دوڑے آ رہے تھے۔

"ارے جانے دو استاد چیلی صاحب ہیں" پکوڑے والا قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔

"کون ہوتا ہے" نمرود نے آنکھیں نکالیں۔

"وہاں استاد اپنے چیلی صاحب ہیں"

"کہاں رہتا ہے؟"

پکوڑے والا اس سوال پر بغلیں جھانکنے لگا۔ نمرود نے سوالیہ نظروں سے تین حماموں کی طرف دیکھا اور وہ صرف سر جھٹک کر رہ گیا۔

"تیری دس بارہ روپے کی بکری ہو جاتی ہے اس سے... اس لیے طرف داری کر رہا ہے" نمرود نے پکوڑے والے کو گھونسا دکھا کر کہا۔

"مت بولو بھائی... تم مت بولو" ڈمپ نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں پکوڑے والے سے کہا۔

"چلا جا بے سالے یہاں سے..." نمرود ڈمپ کی طرف مڑ کر دہاڑا۔

"چلے گئے ہو" ڈمپ نے طنزیہ انداز میں سر کو جنبش دی اور ان دونوں سے بولا "اب تم جاؤ، استاد میری پٹائی کریں گے"

"ملے کیوں شامت آئی ہے، چلا جا یہاں سے" نمرود پھر دہاڑا۔

سڑک پار والی بستی کے کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے جن میں سے تین بعد پہنچے بھی تھے "استاد کے..." استادی کی طرح ان کے تیور بھی اچھے نہیں تھے۔ ڈمپ ان کی پروا کیے بغیر پھر کتیا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اسے پچکار کر بولا "آؤ تم کسی قسم کی فکر نہ کرو زبیرا یہ لوگ تمہیں ترقی کا سوپ پیتے نہیں دیکھ سکتے"

نمرود بالکل ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ نمرود بڑھا تھا ڈمپ کی طرف لیکن اس کا ایک پٹھا آگے آ کر بولا "میں ٹھیک کیے دیتا ہوں استاد...!"

غزالہ اب اپنے بیڈ روم کی کھڑکی کے قریب کھڑی ہانپ رہی تھی۔ اس نے ایک بدمعاش کو ڈمپ کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کی دانست میں تو ڈمپ اس سے بے خبر ہی تھا کیونکہ اس کی پشت سڑک کی طرف تھی... لیکن جیسے ہی اس نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈالا تھا خود ہی اس کے اوپر سے گزرتا ہوا نالے میں جا پڑا تھا۔ بس پھر کیا تھا نمرود کے بقیہ دونوں گرگے بھی اس پر جھپٹ پڑے۔ غزالہ اضطراری طور پر دوڑتی ہوئی اس کمرے میں پہنچی تھی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ ابھی فون ڈائل کر رہی تھی کہ جلدی جلدی حلقے کے تھانے کے نمبر تلاش کرنے لگی۔ ادھر نمرود کے دونوں پٹھے ڈمپ پر ٹوٹ پڑے لیکن وہ بڑی صفائی سے ان کے درمیان سے نکل کر پھر ان کی طرف پلٹا اور ایک کی کنپٹی پر بھرپور ہاتھ رسید کر دیا اور دوسرے کو کمر پکڑ کر اچھالا تو وہ بھی نالے میں جا پڑا۔ جس کی کنپٹی پر ہاتھ پڑا تھا وہ تو پھر اٹھ ہی نہیں سکا تھا۔ نمرود نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور ڈمپ جھک کر آداب بجا لاتا ہوا بولا "اب آپ بھی چاہیں تو آپ بھی آ جاؤ"

"مار ڈالوں گا سالے" نمرود دہاڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ جاری جر کر تو تھا ہی... تماشائی کہہ رہے تھے کہ اب بے چارے چیلی صاحب کی چٹنی بن جائے گی۔ ادھر وہ جو نالے میں جا گرے تھے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نمرود نے ڈمپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ وہ جھکائی دے کر بائیں جانب ہٹ گیا تھا۔

غزالہ نے پولیس اسٹیشن کو فون کر کے پھر کھڑکی کی طرف دوڑ لگائی اور اب اس نے جو کچھ دیکھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ عجیب تماشا تھا۔ سڑک پر لوگ دائرہ بنائے کھڑے تھے اور ڈمپ ان تینوں غنڈوں کو کاوے دے رہا تھا۔ وہ اسے پکڑنے کے لیے اسی دائرے میں ناچتے پھر رہے تھے اور عالم یہ تھا کہ کبھی اس کی لات نمرود کی کمر پر پڑتی اور کبھی اس کے کسی پٹھے کے سر پر ہاتھ پڑ جاتا تھا۔

لوگ ہنس رہے تھے۔ بچے تالیاں بجا رہے تھے۔ اچانک نمرود نے چاقو نکال لیا لیکن ابھی اسے کھول بھی نہیں پایا تھا کہ ڈمپ نے کسی ماہر فری اسٹائل ریسلر کے انداز میں اچھل کر دونوں لاتیں اس کے سینے پر رسید کر دیں۔ وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا تھا اور اس کے گرنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی۔ غزالہ نے سختی سے دانت بھینچ لیے اور اس کے بعد تو نمرود کے پٹھوں کی شامت ہی آ گئی تھی۔ جتنی دیر میں نمرود دوبارہ اٹھتا وہ دونوں بھی بلبلا کے لیٹ گئے۔ اس کے بعد ڈمپ نے بالکل تارزن کے سے انداز کا نعرہ لگایا... اور زیر تعمیر بستی کی طرف دوڑ لگا گیا۔ پولیس تو اس وقت پہنچی تھی جب میدان صاف ہو گیا تھا۔ غزالہ کے خانساماں نے پولیس انسپکٹر کو پوری روداد سنائی تھی۔ غنڈوں کا کہیں پتا نہیں تھا۔ پولیس کو وہ اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں مل سکے تھے۔ انسپکٹر کو تو لیکن ڈمپ یعنی چیلی صاحب کے سلسلے میں خاصی تشویش ہو گئی تھی کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شہر کا ایک اور ڈھکا چھپا بدمعاش دریافت کر لیا تھا لیکن زیر تعمیر بستی کا کوئی فرد بھی اسے چیلی صاحب کا پتا نہ بتا سکا۔ رات کے کھانے کی میز پر اسی واقعے کا تذکرہ چھڑ گیا۔ خانساماں کسی داستان گو کے انداز میں چیلی صاحب کی کہانی سنانے لگا تھا۔

"ارے... بی بی... شاید آپ نے وہ منظر تو دیکھا ہی نہیں جب استاد اس کی لات کھا کر چاروں خانے چت گرا تھا۔ ایسی آواز ہوئی تھی کہ مجھے لگا نمرود کی کھوپڑی ہی چٹخ گئی... اور اس کے پٹھوں کے تو سچ سچ خون میں نہا گئے تھے۔ آدھے گھنٹے تک ہوش نہیں آیا تھا انہیں اور پھر چیلی صاحب کو پتا نہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی"

"اگر کہیں دکھائی دے تو اسے میرے پاس ضرور لانا" غزالہ کے باپ نے کہا۔

"اچھا صاحب! لیکن جناب عالی... وہ صورت سے ایک بہت بھولا بھالا اور سیدھا سادا آدمی لگتا ہے"

"میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے"

"وہ فلسفیوں جیسی باتیں کرتا ہے" غزالہ بولی۔

"تم کیا جانو"

"میں کھڑکی کے پیچھے کھڑی تھی مجھ سے الجھ پڑا"

"تم کیوں گئی تھیں؟"

"بس یونہی اپنے دیکھنے"

"تمہیں محتاط رہنا چاہیے"

"واہ ڈیڈی... اب میں وکالت شروع کر دوں گی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میرا سابقہ صرف عاقلوں سے پڑے گا۔ وکیلوں اور بدمعاشوں کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے"

"فضول مباحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟"

"آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں اس سے؟"

"میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں جس نے اس بدمعاش کو پچھاڑ دیا۔ اگر برسر کار نہ ہوا تو اسے ملازمت کی آفر دوں گا"

"اور آپ... بھلا آپ کسی بدمعاش کو کیوں ملازمت دینا چاہتے ہیں؟"

"اس لیے کہ میرا سابقہ بھی بدمعاشوں سے پڑتا رہتا ہے"

"میرے لیے بالکل نئی اطلاع ہے"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ مجھے عرصے سے ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جو میرے قرض داروں سے وصولیابی کر سکے۔ یہ کسی شریف آدمی کے بس کا روگ تو نہیں"

غزالہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر رہ گئی۔ اس کا باپ ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے بیڈ روم میں پہنچی اور غیر ارادی طور پر کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ چاند برستا تھا اور تاریکی مسلط تھی اور کتیا کے بچے مسلسل چیاؤں چیاؤں کیے جا رہے تھے۔ کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئی اور بستر پر بیٹھ کر ڈمپ کے بارے میں سوچنے لگی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس قسم کا آدمی ثابت ہوگا۔ سوچتے سوچتے ہنسی اور وہ تکیے میں منہ چھپا کر چونک پڑی تھی۔ غنودگی ہی کے عالم میں اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں فائر ہوا ہو... پھر اس نے کتیا کی کربناک چیخیں سنی تھیں۔ دوڑ کر کھڑکی کے قریب آئی۔ کتیا کی آوازیں مسلسل سنی جا رہی تھیں۔ سڑک پر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سڑک کی چھاؤں میں ان کے دھندلے ہیولے صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ نالے میں کوئی ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ پھر وہ سب قریب ہی کھڑی ہوئی جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ حرکت میں آ گئی تھی۔ فائر کی آواز ہی کی بنا پر شاید آس پاس کے کچھ لوگ گھروں سے نکل پڑے تھے اور اب ان کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتیا ابھی خاموش ہو گئی تھی۔ ذرا دیر بعد پھر وہی سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ کتیا کے پلوں کی چیاؤں چیاؤں بھی ختم ہو گئی تھی۔ آخر وہ فائر کیسا تھا۔ وہ لوگ کون تھے جو نالے میں کچھ ڈھونڈ رہے تھے اور پھر جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسے پولیس والے یاد آئے کہیں وہی نہ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر تک کھڑی سوچتی رہی تھی اور بستر پر آ بیٹھی تھی۔ فائر کی آواز یقیناً وہ فائرنگ کی آواز

تھی اور کتیا کی کربناک آوازیں... کیا وہ خواہ مخواہ ہی پریشان ہو گیا تھا کیا اس غنڈے نے ڈومپ کا غصہ بے چاری کتیا پر اتار دیا۔ دوسری صبح اطلاع ملی تھی کہ کتیا کو سچ مچ کسی نے گولی مار دی... اور اس کے پلے غائب ہیں۔ خانساماں نے ناشتے کی میز پر یہ خبر سنائی تھی۔

• کیا خیال ہے اسی غنڈے کی حرکت ہو سکتی ہے؟ اس کے باپ نے پوچھا۔

• خدا جانے جناب عالی... لیکن میں اسے اتنا احمق نہیں سمجھتا۔

• تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہی کیا نام تھا اس کا...؟

• چیلی صاحب؟

• وہی... وہی... ہو سکتا ہے وہ خود ہی کسی چکر میں رہا ہو کتیا پیچھے ہی تو پڑنے دے جانے دیتی۔

• ہاں جناب! میں نے بھی یہی سوچا تھا۔

• ناممکن۔ فرزانہ بول اٹھی۔ وہ بھی اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔

اس کے باپ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا۔ اور تم سے یہ کیا حماقت سرزد ہوئی تھی تم نے پولیس کو کیوں فون کیا تھا؟

• ہر شہری کی ذمہ داری ہے... میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

• دیکھو فرزانہ کوئی کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

• اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے جب میں نے نقصان کا خطرہ محسوس کیا اور پولیس کو آگاہ کر دیا۔

• بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پولیس والے ہفتوں آتے رہیں گے اور پوچھ گچھ ہوتی رہے گی۔

• میں نہیں گھبراتی آخر مجھے پریکٹس تو کرنی ہی ہے۔ ہر وقت پولیس والوں سے ہی سابقہ رہے گا۔

• تم قائل نہیں ہو سکتیں۔

• قائل ہو جانے والے وکالت کر ہی نہیں سکتے۔

• یہ لڑکی کی ڈگری شاید پورے خاندان کے لیے وبال جان بن جائے گی۔

• کیوں ڈیڈی... مجھے خواہ مخواہ بدل کر رہے ہیں۔ ایسا ہی تھا تو منع کر دیتے میں اردو میں ایم اے کر لیتی۔

• وہ بھی مصیبت ہی ہوتی بات بات پر شعر سناتیں۔

• ہوں تو اب کام کرنا چاہیے تھا۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

• اس سے بہتر اور کچھ نہ ہوتا۔

وہ ناشتا ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی۔ سیدھی بیڈ روم میں آئی تھی۔ کھڑکی سے باہر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اکڑوں بیٹھا نظر آیا تھا۔

فرزانہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ فوراً خیال آیا کہیں کسی کا باپ پولیس کو فون کر دے۔ باپ نہ سہی بازو والوں میں سے ہی کوئی ایسا کر سکتا تھا کہ پولیس وہاں ابھی خاصی دیر تک پوچھ گچھ کرتی رہی تھی۔ باپ کی موجودگی میں وہ خود اس تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اس نے بازو کی طرف نظر دوڑائی۔ لوگ دور ہی سے کھڑے دیکھ رہے تھے کسی نے بھی سڑک پار کر کے اس تک پہنچنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ وہ سوچتی رہی... اور پھر بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ باپ کو اس کی موجودگی کی اطلاع دے دینی چاہیے۔ تعجب ہے ابھی تک میں کہ انہوں نے پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو وہ انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی۔ وہ ابھی ناشتے کی میز پر ہی تھا۔ فرزانہ نے اسے ڈومپ کی موجودگی کی اطلاع دی۔

• عجیب آدمی معلوم ہوتا ہے۔ آج تو اسے ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے کہا پھر خانساماں سے بولا۔ اسے فوراً میرے پاس لاؤ میں لان پر آ رہا ہوں۔

خانساماں چلا گیا۔

• کیا آپ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے؟ فرزانہ نے پوچھا۔

• اس سے ملنے کے بعد ہی سوچوں گا کہ کیا کرنا چاہیے؟ باپ نے کہا اور اٹھ گیا۔

• میں بھی چلوں؟ فرزانہ جلدی سے بولی۔

• تم... وہ منگ کرے گا تو کیا ہو گا نہیں... تم نہیں آؤ گی۔

◆

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اب بھی اسی طرح اکڑوں بیٹھا ہوا تھا چہرے پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے جیسے سچ مچ بیگم ہی داغ مفارقت دے گئی ہو۔

• او... جناب... کسی نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور وہ چونک پڑا۔

• آج آپ کو ادھر نہیں آنا چاہیے تھا۔ خانساماں نے کہا۔

• کیوں نہیں آنا چاہیے تھا؟

• پولیس کو آپ کی تلاش ہے۔

• پولیس کو شریف آدمیوں ہی کی تلاش رہتی ہے اس قاتل کی کہاں ہو گی جس نے مجھ پر یہ ستم توڑا ہے۔ پیچھے بھی لگی ہے مردود۔

• آپ کو ہمارے صاحب بلا رہے ہیں۔

• کون صاحب؟

• جیلانی صاحب، بہت بڑے بیرسٹر ہیں۔

• مجھے کیوں بلا رہے ہیں؟

• آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کل جو بہادری دکھائی تھی اس سے بہت خوش ہیں۔

• لیکن مجھ پر تو غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔

• اب اٹھ بھی چلیے صاحب... اگر بازو والوں نے تھانے اطلاع پہنچا دی تو آپ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ بنگلے میں محفوظ رہیں گے۔

• محفوظ نہیں رہنا چاہتا کیونکہ محفوظ رہتے میں بھوکوں مرنا پڑے گا۔ یہیں کم از کم روٹیاں تو مل جائیں گی۔

• بھائی یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی جلدی سے اٹھ چلیے۔

وہ کراہتا ہوا اٹھا تھا اور آخر خانساماں کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جیلانی صاحب لان ہی پر ٹہل رہے تھے۔ وہ اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر بولا۔ پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔

• یہ اطلاع آپ کا آدمی پہلے ہی دے چکا ہے۔ ڈومپ نے کہا۔ پھر بھی یہاں چلے آئے ہو؟

• جی نہیں... لیکن اب بھاگا جاتا ہوں؟

• کتیا سے آپ دلچسپی کیوں لے رہے تھے؟

• کتیا ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔

• سیدھی طرح بات کرو۔ جیلانی تیوری بدل کر بولا۔

• کیا ٹیڑھ نظر آتی ہے اس بات میں...؟

• ناشتا کر چکے ہو؟ جیلانی نے موضوع بدل دیا۔

• جی نہیں۔

جیلانی نے خانساماں سے کہا۔ برآمدے میں ناشتا لگا دو۔

اس کے چلے جانے کے بعد ڈومپ سے پوچھا۔ یہاں کس جگہ رہتے ہو؟

• جہاں پر بھی رہنے کو جگہ مل جاتی ہے۔

• کیا مطلب؟

• سامان ایک حجام کی دکان میں رکھا ہوا ہے۔

• یعنی کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟

• گھر کیوں نہیں، یہاں نہیں ہے۔ میں فرید آباد سے آیا ہوں۔ یہاں کی ایک کمپنی کا اشتہار ملازمت کے لیے دیکھا تھا۔ عرضی روانہ کی۔ انٹرویو میں بلایا اور ان فٹ کر دیا۔ بس اب دھکے کھا رہا ہوں۔

• واپس کیوں نہیں چلے گئے؟

• اگر وہ کتیا نہ مل جاتی تو ضرور چلا جاتا۔

• کیا بات ہوئی؟

• بس کیا بتاؤں حماقت ہی کہیے... لیکن مجبوری ہے۔

وہ ایک سادہ انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ جیلانی اسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ کھنکار کر بولا۔ بچپن ہی سے جانور کتے میری کمزوری رہے ہیں۔ اگر کہیں کوئی نظر آ جائے تو اسی وقت تک اس کی خدمت کرتا رہتا ہوں جب تک وہ خود غائب نہ ہو جائے لیکن اس بے چاری کو کس نے مار ڈالا اور کیوں؟ پلے بھی غائب ہیں۔

• تو تم پاگل نہیں ہو؟

• کمال ہے کیا آپ لوگ مجھے اب تک پاگل سمجھتے رہے ہیں؟

• سب کا یہی خیال ہے پڑھے لکھے بھی ہو؟

• بی اے سیکنڈ ڈویژن۔

• نہیں؟ جیلانی کے لہجے میں حیرت تھی۔

• کاغذات سامان کے ساتھ ہیں کہیے تو دکھا دوں؟

• شناختی کارڈ ہے؟

• جی ہاں وہ تو ہر وقت ساتھ رہتا ہے... یہ دیکھیے۔ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے دیکھتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ٹھیک ہے لیکن یہ برائی بھلائی کا فن تم نے کہاں سے سیکھا؟

• ارے وہ کچھ نہیں۔ ڈومپ شرما کر بولا۔ اگر کوئی سری ہو جائے تو ایسی صفائی دکھانی ہی پڑتی ہے۔

• اور اس میں بھی ماہر معلوم ہوتے ہو۔

• جی بس کرم ہے پروردگار کا۔

• لیکن یہ ڈومپ... نام تو ٹھیک ہے لیکن ڈومپ میں نے آج تک نہیں سنا۔

• آپ نے تو کلمپ بھی نہیں سنا ہو گا۔

جیلانی نے سر کو منفی جنبش دی۔

• نہال والے کلمپ میں ہوا اصل یہ دونوں قبیلے افریقہ میں ہمارے آبا و اجداد افریقہ سے ایران آئے تھے۔ وہاں آتش پرست ہو گئے اور ان کی اولاد ہندوستان آ کر عیسائی ہو کر ادھر ادھر گم ہو گئی۔ ایرانی خون کی آمیزش نے مجھے کسی قدر گندمی بنا دیا ہے ورنہ دادا جان تو کوئلے کی کانوں کے شہزادے معلوم ہوتے تھے۔

• خوش مزاج بھی ہو۔

• یہاں کی آب و ہوا کا اثر ہے ورنہ آبا و اجداد تو ایران میں پھول چھوڑتے پھرتے تھے۔ اتنے میں ناشتا بھی آ گیا۔ چھوٹی میز ڈومپ کے سامنے لگا دی گئی۔ ڈومپ بڑے تکلف سے کھاتا رہا اور جیلانی بیٹھا اسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ آخر بولا۔ تمہارے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ تم کیا چیز ہو؟

• بھیڑ۔ ڈومپ نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"سوال جواب بھی ہو؟"

"اور کام پورا نہیں ہوا۔"

"وہ وہ غنڈے جن کی تم نے پٹائی کی تھی پولیس کو اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں ملے... سنی پہاڑیا بھی نکمتوں نے سارے علاقے میں... لوگوں کو مرعوب کر کے بڑی رقومات اینٹھتے تھے... شاید اب شرمندگی کے مارے یہاں کسی کو منہ ہی نہ دکھائیں۔"

ڈھمپ نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی... اور چائے پینے لگا۔

"لیکن..." جیلانی نے کہا "پولیس تمہاری تلاش میں ابھی ہے۔"

"آج تک کسی جیل جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا یہ بھی سہی۔ اتفاق یہ تجربہ بھی کیا برا رہے گا؟"

"لیکن پھر تو ہو جائے گا؟"

"کوئی بھی نہیں... بتا دو کیا ہو جائے گا؟"

"پھر ہی مستقل۔"

"عورتوں کا کوئی مستقل نہیں ہوتا مستقل تو آپ جیسوں کے بچوں کا ہوتا ہے۔"

"بہت دل چلے معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ سیل... اے کی کلو میٹر دوڑائی گر گئے گاؤں پھر سے تو کیا ہو گا؟ خرچہ نظر آئے گا جناب عالی۔"

"کس نے بلایا تھا تم کو یہاں؟"

"اسٹیشن پر سیل والوں نے... کلرک بھرتی کر رہے تھے۔"

"اگر اس سے بھی ملازمت مل جائے تو..."

"خدا کا شکر ادا کروں گا۔"

"در اصل مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو میرے گرد کی مشکل میں ہاتھ پیرا ہوا ہو اور... بعض بدرجہا مار رہا ہوں۔"

ڈھمپ بات رک کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا چند لمحے خاموش رہا پھر بولا "آخر آپ کو ایسے کسی آدمی کی ضرورت کیوں ہے؟"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے اپنا غصہ اس کمپنی پر اتارا ہو گا؟"

"میرا خیال ہے کہ تم ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔"

"وہ کمی تھے ایک سپاہی پر آئے تھے اپنے کو مار کر چھپتے ہوئے ان کو سنے گئے۔"

"اگر غیر متعلق لوگ تھے تو انہوں نے یہ کیوں کیا؟"

سیٹھ جیلانی کچھ نہ بولا اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جواب کے لیے الفاظ تلاش کر رہے ہوں۔

"میں تمہیں پولیس کے پھیرے سے بچا سکتا ہوں۔" اگر وہ اصل موضوع سے ہٹتا ہوا بولا۔

"پولیس... یہ کیا کرے گی... اگر تم وہ اور اس کے آدمی تمہارے سامنے آ گئے؟"

"پھر نہیں تو شاید ہی گرم کرے گی۔"

"یہاں کیا رکھا ہے ایک سوٹ کیس اور ایک بستر کے علاوہ؟"

"تو پھر وہ تمہیں کوئی الزام لگا کر بند کر دیں گے۔"

"روٹیاں تو کھلائیں گے۔"

"اگر تم اتنے ہی لاپروا کیوں ہو آدمی پیشہ ور ہی تو کام نہیں کرتا؟"

"دیکھیے جناب... کیسے تو یہ آدھی پیالی چائے نہ پیوں۔"

"کیوں... کیوں بھئی؟"

"پہلے یہ بتائیے کہ آپ کو پیشہ ور نظر آنے والے جیسے شخص کی کیوں ضرورت ہے؟"

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"کوئی بات بھی بغیر سمجھے میں قدم ہی نہیں اٹھاتا۔"

"اگر ایسے ہی اصول مند ہو تو اس پنکی کے لیے تو کچھ کیسے گزرے؟"

"اپنی بیہودگی کی طرح کسی کی کمائی تو نہیں تھی۔"

"پھر بھی رہ گیا؟"

"میں نہیں جانتا کہ کس قسم کا کمپلیکس ہے جس نے بتایا... کہ بچپن ہی سے عالم ہے والدین کے ہاتھوں بہت پٹ چکا ہوں اس سلسلے میں۔"

"اچھی بات ہے... پہلے تم ناشتہ کر لو پھر بتاؤں گا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے کوئی غیر قانونی یا غیر انسانی کام کرانا چاہتا ہوں گا تو یہ غلط ہے۔"

چائے کا کپ خالی کر کے اس نے بلند آہنگ ڈکار لی تھی اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے کھائے پیئے ہوئے سارے ذائقے ایک ایک کر کے پھر احساس کی سطح پر ابھر آئے ہوں... موقعوں کی مانند جیلانی کو دیکھے بھی جا رہا تھا۔

"مگر وہ کیا؟ اس پیالے کے پیچھے نہ ہوتی... اور تم نے یہیں بیٹھ کر اس میں دلچسپی لی ہوتی اور اسی علاقے میں تمہارا جھگڑا ان غنڈوں سے نہ ہوا ہوتا تو وہ کیا؟ اس طرح کبھی نہ ماری جاتی۔"

"یہ پیالیا اتنی اہم ہے" ڈھمپ نے اتفاقیہ انداز میں سوال کیا۔

"یہ پیالیا اس لیے اہم ہے کہ میری تمام گو سے متعلق ہے۔"

"ارے تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ اہمیت آپ کی ہے خواہ مخواہ پیالیا پیالیا کیا کیا کیسے جا رہے ہیں۔"

"یہی سمجھ لو... قصہ در اصل یہ ہے کہ اگر تم ان خطرناک غنڈوں کی اس طرح پٹائی نہ کرتے تو وہ کبھی سرگرم نہ ماری جاتی۔"

"پہلے یہ نئی بات ہوئی اب غنڈے اہم ہو گئے۔"

"ان سے بھی زیادہ اہم تم خود ہو" جیلانی نے کہا۔

"جناب عالی اجازت ہو تو اب میں پاگل ہی ہو جاؤں کیونکہ اہمیت کی بات پھر میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"جنہوں نے پیالیا کو مارا ہے وہ مجھے برباد کرنا چاہتے ہیں کہ اسی طرح وہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔"

"بھلا آپ کی اور میری کیا رشتہ داری کہ وہ آپ کو برباد کرنا چاہتے ہیں؟"

"او نمبر یوں سمجھو کہ وہ تمہیں میرا آدمی سمجھے تھے محض اس بنا پر کہ تم نے غنڈوں کی پٹائی کر ڈالی تھی، غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے انہیں مرعوب کرنے کے لیے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"اب کچھ کچھ آ رہی ہے بات... یعنی کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے آپ کا جھگڑا چل رہا ہے لیکن وہ ابھی تک آپ پر قابو نہیں پا سکے ہیں مختلف طریقوں سے آپ کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔"

"بالکل درست سمجھے ہو تم" جیلانی خوش ہو کر بولا۔

"اور اب آپ سچ مچ مجھے اپنا آدمی بنانا چاہتے ہیں۔"

"یہی بات ہے۔"

ڈھمپ طویل سانس لے کر رہ گیا پھر بولا "لیکن میں ایسے کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جو الف سے ے تک میری سمجھ میں نہ آ گیا ہو۔"

"فی الحال اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے... جب تم خود کو اس کا اہل ثابت کر دو گے تو پورا معاملہ ذہن نشین کرا دیا جائے گا اور تمہاری ملازمت کا یہ دور آزمائشی ہو گا۔"

"خوب... خوب! تو آپ مجھے ٹرائل بیس پر رکھ رہے ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"اب ذرا مجھے میرے فرائض سے بھی آگاہ فرمائیے۔"

"ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے مجھے محفوظ رکھنا۔"

"کیا وہ آپ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں؟"

"نہیں... فی الحال مجھے برباد کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میرے انجام کا انحصار خود میرے ہی رویے پر ہو گا۔"

"اُف فوہ! آپ پھر اس ڈور کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی کوئی بات مان لی تو وہ آپ کو بخش دیں گے ورنہ موت..."

ڈھمپ نے "موت" کہنے کے ساتھ ہی گردن پر انگلی پھیری تھی۔

جیلانی سیٹھ نے تھوک نگل کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کون تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"لیکن اس کا علم تو ہو گا ہی کہ ان کی پشت پر کون ہے؟"

"ظاہر ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

"تب تو میں آپ کو ایک آسان ترین تدبیر بتاتا ہوں۔"

"ضرور بتاؤ۔"

"پولیس کو آگاہ کر دیجیے کہ وہ شخص آپ کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

"بڑی اچھی تدبیر بتائی" جیلانی سیٹھ زہر خند کے ساتھ بولا "گویا میں آج تک اسی لیے جھک مار رہا تھا کہ تم یہ آسان تدبیر بتا کر رخصت ہو جاؤ۔"

"میں نے کہا شاید آپ کو ڈر بھی ہو۔"

"پھر بے وقوفی کی باتیں شروع کر دیں حالانکہ ابھی ابھی بقراط کے پیچھے میں لٹھ لیے ہوئے تھے۔"

"بقراط کو کو سال میں ہو کر لیس سمجھتے ہوں گے جیسے سقراط کو سوفسطائی سمجھتے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا" جیلانی سیٹھ نے بیزاری سے کہا۔

"خیر، خیر... تو میں یہ سمجھوں کہ وہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے جسے آپ پولیس کے علم میں نہیں لا سکتے۔"

جیلانی کچھ نہ بولا تو ڈھمپ نے کہا "یہی ثابت ہوا کہ کوئی غیر قانونی ہی چکر ہے۔"

"قطعی ثابت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے میں کسی کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کیے بغیر پولیس سے الجھنا نہ چاہتا ہوں۔"

"یہ بھی معقول بات ہے" ڈھمپ سر ہلا کر بولا "در اصل میں بھی اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ قانون سے تو ٹکراؤ نہ ہو گا۔"

"مطمئن رہو میں کوئی مجرم نہیں ہوں بلکہ ایک ایسے شخص سے اپنا تحفظ کر رہا ہوں جس کے خلاف مجھے ثبوت فراہم کرنے ہیں۔"

"کیا تنخواہ ہو گی؟"

"کم سے کم اپنی پسند سے آگاہ کرو۔"

ڈھمپ خاموش ہو کر سوچنے لگا پھر آہستہ سے بولا "تمام علم آپ کے نسخے ہو تو ساڑھے تین سو میں بھی کام چل جائے گا۔ زنجیا کو تو بھی کرتا ہوں اور نہ شراب پیتا ہوں۔ ساڑھے تین سو روپے ہیں تو تم کے لیے کافی ہوں گے۔"

"تم نے پیشہ ور ہی اچھی شناسائی کے نشے نہیں کرتے، میری طرف

سے پانچ سو ڈالر پہ ریب شرط تھی۔ قیام و طعام میرے ذمے تھا۔"

"ہرگز نہیں... اگر کم رقم سو ڈالر سے تو شراب بھی پینے لگوں گا۔"

"عجیب آدمی ہو... بہرحال شیشہ بس کر لو۔"

"تو میں آج سے آپ کا باڈی گارڈ ہوں۔"

"آپ نے اپنی صحیح حیثیت متعین کی ہے۔"

"تو اٹھا لاؤں اپنا سامان بار بر شاپ سے۔"

"ضرور اٹھا لاؤ... لیکن میری گاڑی میں جاؤ گے۔ ڈرائیونگ آتی ہے؟"

"لائسنس بھی ہے جناب عالی، لیکن یہاں اس کا اندراج نہیں ہے۔ یہ کام آپ کرا دیں گے۔"

"چلو یہ بھی ہو جائے گا... لیکن کہیں تمہیں ڈر تو نہیں ہو جائے گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں... لیکن آپ متعلقہ تھانے میں رپورٹ ضرور کر دیں کہ مجھے بحیثیت باڈی گارڈ رکھا ہے اس طرح میں ریوالور رکھنے کا مجاز بھی ہو جاؤں گا۔"

"کیسا چاہیے ریوالور؟"

"جلدی آپ میری تقرری کے بھی خواہاں ہو جائیں گے۔"

"آخر تم نے یہ سب اتنی جلدی کیسے محسوس کر لیا۔"

"پہلی بار بیرک میں قتل ہونے کے بعد سرکس میں بھرتی ہو گیا تھا۔ دو سال تک شوٹنگ حاصل کی ہے۔ دو سال کے بعد باپ کو معلوم ہو سکا تھا کہ میں کہاں ہوں تو کافی چوٹ ہی گیا ہوں... بس پھر آسانی نہ ہوئی کہ دوبارہ چیک میں داخلہ لینا پڑا۔"

"اب جاؤ... اور اپنا سامان یہیں لے آؤ میری گاڑی میں رکھ کر واپس اس سے کہ تم سے دوبارہ مجھے کا خیال ترک کر دیں گے۔"

"جی... بہت بہتر۔"

◆

جولیانا فٹز واٹر ایک بار پھر عمران کے بارے میں پوچھتی پھر رہی تھی۔ پندرہ دن سے غائب تھا کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ بھی نہ بتا سکا تھا۔ اب صرف صفدر اور تنویر ہی باقی بچے تھے جن سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو لیکن کہاں؟ عمران کے معاملے میں اس کا عجیب حال تھا۔ سامنے ہوتا تو پھاڑ کھانے کو دوڑتی... اور نظروں سے اوجھل ہونے پر عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی۔ بہرحال اس وقت وہ پھر اس کی تلاش میں نکلنے والی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔ "عمران کے سلسلے میں کیوں پوچھ گچھ کر رہی ہو؟"

"وہ دراصل... جناب اس نے مجھ سے کچھ رقم قرض لی تھی لیکن وعدے کے مطابق ادائیگی نہیں کی۔" جولیا نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ اس نے کسی سے قرض لیا ہو۔ خیر یہ تم لوگوں کے اپنے معاملات ہیں۔"

"وہ مجھ سے قرض لیتا ہے جناب... دوسروں سے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"بھول جاؤ... غیر ضروری باتیں نہیں۔ تمہیں ایک لڑکی کی نگرانی کرنی ہے۔ انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر گیارہ میں ٹھہری ہوئی ہے۔ تہران سے آئی ہے لیکن ایرانی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر کے مجھے براہ راست باخبر رکھو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"تنویر کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے۔ تم لڑکی کی باہری مصروفیات پر نظر رکھو گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر برا سا منہ بنایا تو تنویر... انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے... اور گیارہ میں وہ لڑکی۔ جولیا سوچ رہی تھی۔ لڑکی تہران سے آئی ہے لیکن ایرانی نہیں ہے۔ آخر تنویر کب سے وہاں مقیم ہے اور کیس تو اسے بھی باخبر ہے کہ وہ اس دوران میں عمران کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی رہی ہے۔ خیالات میں الجھی ہوئی وہ انٹرنیشنل تک پہنچی تھی۔ کمرہ نمبر گیارہ پہلی منزل پر تھا لہٰذا لفٹ کی بجائے اس نے زینے استعمال کیے۔ لاؤنج میں پہنچ کر رک گئی لیکن اندازہ کرنا دشوار تھا وہ دونوں اپنے کمروں میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔ کچھ دیر لاؤنج ہی میں بیٹھی رہی تھی۔ پھر اٹھ کر کمرہ نمبر ۱۲ کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ دروازہ بھی کھلا تھا لیکن دروازہ کھولنے والا تنویر نہیں تھا۔ ایک لڑکی تھی۔ سرخ بالوں والی کوئی یورپین یا امریکن لڑکی۔ جولیا نے جھک کر ایک بار پھر دروازے کے نمبر پر نظر ڈالی۔ وہ بلاشبہ کمرہ نمبر ۱۲ ہی تھا۔ "کیا یہ کمرہ نمبر ۱۲ نہیں ہے...؟" بالآخر اس نے لڑکی سے سوال کیا جو اسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

"کمرہ نمبر ۱۲ ہے... لیکن تم کون ہو؟"

"شاید مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ معاف کرنا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب آئی ہو تو اندر آ جاؤ۔ میں یہاں تنہا ہوں۔"

"اف فوہ... میں معافی چاہتی ہوں۔"

"کیا بہت جلدی میں ہو؟"

"نہیں کوئی ایسی جلدی بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر آ جاؤ۔"

جولیا ہچکچاہٹ کے ساتھ اندر پہنچی۔ لڑکی بے حد انگریز معلوم ہوتی تھی لیکن رویہ انگریزوں جیسا نہیں تھا۔ انگریزوں کی فطرت کے مطابق اسے دروازہ بند کر لینا چاہیے تھا... لیکن اس نے تو کمرے میں داخل ہونے کی دعوت دے دی تھی۔ اجنبیوں سے اس حد تک اخلاق برتنا انگریزوں کی سرشت نہیں ہو سکتی۔

"کیا تم بیٹھو گی نہیں؟" اس نے جولیا سے کہا... اور جولیا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"کیا تمہیں کسی کی تلاش ہے؟"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ میرا ایک دوست کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے۔"

"تین دن پہلے ضرور رہا ہو گا۔ تین دن سے تو میں ہی مقیم ہوں اور عجیب اتفاق ہے کہ جس کے لیے آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔"

"افسوس ہوا۔"

"یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔ تم پہلی فرد ہو جس سے گفتگو ہو رہی ہے۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"ایران سے... یورپ سے تعلق ہے۔ ایران میں آثار قدیمہ پر ریسرچ کر رہی تھی۔ تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"میں جرمن بولنے والی سوئس ہوں۔"

"مگر انگلش انگریزوں کے لہجے میں بولتی ہو۔"

"میری ماں انگریز تھی۔" جولیا نے کہا "میرا نام جولیانا فٹز واٹر ہے۔ یہاں ایک فرم میں کام کرتی ہوں۔"

"میں روزا میکسویل ہوں۔"

دونوں نے مصافحہ کیا اور خواہ مخواہ ہنس پڑیں پھر روزا نے پوچھا "کیا پیو گی؟"

"پورٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتی۔"

روزا نے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے پورٹ کے لیے کہا تھا اور جولیا سے بولی تھی "اب میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"کس سلسلے میں...؟"

"جس کے پاس آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اب میرے پاس اتنی ہی رقم ہے کہ دو دن تک اور قیام کر سکوں۔"

"یہ تو اچھی خبر نہیں ہے۔"

"میری خاصی بڑی رقم اس کی تحویل میں ہے۔"

"کیا تم نے اسے اپنی آمد سے آگاہ کر دیا تھا؟"

"میرا خط پہنچنے سے پہلے ہی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ خط میں نے یہاں اس کے لیٹر بکس میں پڑا دیکھا۔"

"پھر اب کیا کرو گی؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے اور اسے یہاں سے ساتھ ہی ایران واپس جانا تھا۔"

"کیا تمہارے پاس واپسی کا ٹکٹ نہیں ہے؟"

"یہی تو حماقت سرزد ہوئی تھی کہ واپسی کا ٹکٹ نہیں لیا تھا۔"

"واقعی بڑی دشواری میں پڑ گئی ہو۔"

کسی نے دروازے پر دستک دی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے والا روم سروس کا بیرا تھا۔ پورٹ کی بوتل اور دو گلاس لایا تھا۔ ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ روزا نے دونوں گلاسوں میں پورٹ انڈیلی۔ گلاس ہوا میں ٹکرائے اور ہونٹوں کی طرف بڑھ گئے۔

"میں اتنی مالدار تو نہیں ہوں کہ تمہاری مدد کر سکوں۔" جولیا نے کہا "لیکن اگر تم چاہو تو ہوٹل چھوڑ کر میرے ساتھ قیام کر سکتی ہو۔"

"سوال واپسی کا ہے۔"

"اپنے سفارت خانے سے کیوں نہیں رجوع کرتیں؟"

"بعض وجوہات کی بنا پر میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"میں کچھ اور سوچوں گی۔" جولیا نے کہا۔

روزا نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر گھونٹ کے ساتھ اس کی تشویش بھی بڑھتی جا رہی ہو۔ جولیا تقریباً ایک گھنٹے تک وہاں ٹھہری تھی اور اس دوران میں قطعی بھول گئی تھی کہ یہاں آئی کیوں تھی۔ بہرحال اسے مزید تسلیاں دے کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔ زینوں کے قریب تنویر نظر آیا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے زینوں پر اتر گیا۔ پھر وہ دونوں آگے پیچھے سڑک پر پہنچے تھے۔

"کیا خیال ہے تمہارا... تم کیا کرتی پھر رہی ہو؟" تنویر نے جولیا سے سوال کیا۔

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتی ہوں۔"

"کیا تمہیں اس کے لیے کوئی ہدایت ملی ہے؟"

"پہلے تم بتاؤ کس کمرے میں مقیم ہو؟"

"کمرہ نمبر گیارہ میں۔"

"لیکن آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ ایکس ٹو سے اس قسم کی کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس نے مجھے ایک ایسی لڑکی کی نگرانی پر مامور کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق کمرا نمبر گیارہ میں مقیم تھی اور اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم کمرا نمبر نو میں رہتے ہو۔"

"تمھارے کہنے میں فرق کیا ہوگا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا" وہ بیزاری سے بولی "لڑکی نے تو اُسے تمھارا کمرا سمجھ کر دروازے پر دستک دی تھی۔"

"کیا مجھے وہاں بیٹھنے کا بھی حکم ملا تھا؟"

"نہیں... پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے؟"

"عمران صاحب نے پہلے ہی یہ بات ذہن نشین کرا دی تھی کہ مجھے اتنا ہی کام کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی جتنے کا حکم ملے۔"

"ٹھیک ہے کرو..." جولیا ہاتھ جھٹک کر بولی "میں دراصل تم سے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ عمران کہاں ہے۔ تقریباً پندرہ دن سے غائب ہے۔"

"اس کے برخلاف میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اسے اس کی غلطی کا احساس دلاؤ۔ میں نے تم دونوں کی گفتگو سنی تھی۔"

"وہ... مگر کہاں سے؟"

"اپنے کمرے سے... اس کے کمرے میں ایسے آلات چھپا دیے گئے تھے جن کے ذریعے اندر ہونے والی گفتگو میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر ریکارڈ کر سکتا ہوں۔ یہ اطلاع قطعی غلط ہے کہ یہاں وہ کسی کو نہیں جانتی۔ ہم دونوں کی مختلف آوازیں تو میں نے ریکارڈ کر رکھی ہیں۔"

"تب تو ٹھیک ہے... ایکس ٹو سے فوراً بات کرنی چاہیے لیکن تم اس وقت تک یہیں ٹھہرو گے جب تک کہ میں سامنے والے بوتھ سے واپس نہیں آتی۔"

"یہاں نہیں ٹھہروں گا، ادھر کیفے جہانبان میں آ جاؤ۔"

"او کے..." یہ کہہ کر جولیا پارک کی دوسری طرف ایک پبلک کال بوتھ تھا۔ اس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کیے... اور جواب ملنے پر بولی "جولیانا... سر...؟"

"کیا خبر ہے؟"

"آپ نے کہا تھا وہ لڑکی کمرا نمبر گیارہ میں مقیم ہے؟"

"اگر میں نے کمرا نمبر گیارہ کہا تھا تو غلط کہا تھا۔"

"بہرحال اس غلطی کی بنا پر اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔"

"کیا مطلب؟"

جولیا نے جلدی جلدی پورا واقعہ دہرایا اور دوسری طرف سے آواز آئی "میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم نیمو سے مل بیٹھنے کی بھی کوشش کرنا۔"

"جی نہیں... آپ نے نہیں کہا تھا۔"

"تو پھر...؟"

"میں دراصل نیمو سے معلوم کرنا چاہتی تھی...؟"

"جولیانا کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا "تم نیمو سے عمران کا پتا معلوم کرنا چاہتی تھیں۔"

جولیا تھوک نگل کر رہ گئی۔ "ہیلو..." دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"یس سر۔"

"اگر وہ لڑکی تمھاری پیش کش منظور کرے تو اسے اپنے ساتھ رانا پیلس لے آنا۔"

"لیکن میرا جھوٹ فوراً ہی اس پر منکشف ہو جائے گا۔ کسی فرم میں کام کرنے والی اتنے شاندار محل میں نہیں رہ سکتی۔"

"اس کی فکر مت کرو، تمھیں اس کو وہیں لانا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ جولیا بوتھ سے باہر نکلی اور مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ آخر ایکس ٹو آج کل اتنا شریف کیوں ہو گیا ہے۔ زیادہ الجھا نہیں رہا ہے میں تم بھی... نہیں ہوئی۔ کیفے جہانبان کے چھوٹے سے ہال میں نیمو کو تلاش کرنا مشکل نہیں تھا۔ وہ ایک گوشے میں نظر آ گیا۔

"کیا رہی؟" نیمو نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے" وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "صرف کافی منگواؤ۔"

"بہت بہتر... اور کوئی خدمت؟"

"زیادہ بہتری دکھانے کی ضرورت نہیں" جولیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"بہت بہتر" نیمو نے سعادت مندی سے کہا "لیکن وہ شخص بڑا بدنصیب ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو، وہ کہاں ہے؟"

"یہ تو نہیں جانتا... لیکن جس وقت سے وہ غائب ہوئے ہیں اس کا علم ہے۔"

"کیسا واقعہ؟"

"اسے واقعہ بھی نہیں کہنا چاہیے، ایک بہت معمولی سی بات ہے... لیکن حیرت انگیز بھی کہی جا سکتی تھی۔"

ویٹر آیا تھا اور آرڈر لے گیا تھا۔ جولیا مضطربانہ انداز میں نیمو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ نیمو ہاتھ ملتا ہوا بولا "آج سردی کچھ زیادہ

طب اسلامی سے علاج کے لئے
خدمت مطب

علاج اور مشوروں کے لئے تشریف لائیے
بیرونی حضرات خط و کتابت کے ذریعے استفادہ کر سکتے ہیں

اوقات مطب
صبح دس 10 بجے سے - دوپہر دو 2 بجے تک
شام چار بجے سے - شام سات بجے تک

بروز جمعہ دواخانہ بند رہتا ہے۔

اکسیری دواخانہ
(قائم شدہ ۱۹۲۵ء)
بالمقابل میونسپل کارپوریشن
نزد سٹی کورٹ
ایم اے جناح روڈ کراچی ۱
فون: ۲۱۳۱۹۷

ہی معلوم ہو رہی ہے۔"

جولیا نے اسے گھورتے ہوئے سر کو جنبش دی۔ شدت سے غصہ آ رہا تھا اس پر۔ جلدی سے بات پوری نہیں کر دیتا۔ خواہ مخواہ بکواس کیے جا رہا ہے۔

"میں اس وقت ان کے فلیٹ ہی میں تھا۔ سلیمان اور اُس کی بیوی آپس میں لڑ پڑے تھے کسی بات پر۔۔۔"

"دونوں کو جہنم میں جھونکو۔ منظر نگاری کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں تو مسٹر عمران جوزف کو فلسفۂ وجودیت کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اس کا باغیوں اور ڈاکوؤں کے علاوہ اور کہیں وجود نہیں ہے اور ژاں پال سارتر سوچتے سوچتے تھک گیا ہے اس لیے فلسفۂ کھوکھلا زیادہ موزوں نام رہے گا اس کا۔۔۔"

جولیا دانت پیس کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔ تنویر کہتا رہا۔۔۔ "پھر اچانک ایک تار آیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ کیوں آیا تھا۔ تار کے مضمون سے بھی آگاہ ہوں لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔۔۔"

"کیا مضمون تھا؟" جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"کتیا بچے دینے والی ہے۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو؟"

"بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں۔"

"اچھا تو پھر۔۔۔"

"عمران صاحب پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔ تار کے لفافے کو میز پر ڈال کر کسی سے کچھ کہے بغیر فلیٹ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ان کا سراغ نہیں مل سکا۔"

"کتیا بچے دینے والی ہے۔" جولیا آہستہ سے بڑبڑائی پھر کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو یقیناً حیرت انگیز اطلاع تھی۔"

"اطلاع حیرت انگیز نہیں تھی بلکہ ان کا ردِ عمل حیرت انگیز تھا۔"

"تم نے خود بھی دیکھا تھا وہ میسج؟"

"کہہ تو رہا ہوں کہ وہ جلدی میں تار کا لفافہ میز پر ڈال گئے تھے۔"

"کہاں سے آیا تھا تار؟"

"شاہ دارا سے۔۔۔ اطلاع دینے والی کا نام زیبا درج تھا۔"

"زیبا۔۔۔ میں اس نام کی ایک لیڈی ڈاکٹر سے واقف ہوں جو شاہ دارا ہی میں رہتی ہے۔" جولیا نے کہا۔۔۔ اور پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

◆

وہ شاہ دارا کی کامیاب ترین میڈیکل پریکٹیشنرز میں سے تھی۔ نام زیبا تھا اور تھی بھی دلکش خد و خال والی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ دل کے امراض کی اسپیشلسٹ تھی اس لیے متمول اور ادھیڑ عمر کے مرد بھی اس کے زیر علاج رہتے تھے۔ ان میں سے کئی اس حد تک اس سے متاثر تھے کہ روز ہی دل کا ایک آدھ دورہ اپنے اوپر مسلط کر کے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیلانی سیٹھ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا۔ شام کا کچھ حصہ اس کے مطب میں ضرور گزرتا۔ اس وقت بھی اس کی گاڑی زیبا کے مطب کے سامنے رکی تھی۔ خود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور ڈھمپ بحیثیت باڈی گارڈ پچھلی سیٹ پر تھا۔

"کیا آپ کے قریب میری موجودگی بھی ضروری ہوگی جناب؟" اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"نہیں۔ یہاں ضرورت نہیں ہوگی۔ میں اپنا بلڈ پریشر چیک کرانے آیا ہوں۔"

"مردوں کو مردوں سے اور عورتوں کو عورتوں سے بلڈ پریشر چیک کرانا چاہیے۔"

"پھر بے وقوفی کی بات کی۔"

"یقین کیجیے اسی طرح کام چلتا ہے ورنہ بلڈ پریشر ہائی سے ہائی تر ہوتا رہتا ہے۔"

"بس بکواس کرو۔" کہتا ہوا جیلانی سیٹھ گاڑی سے اتر گیا۔ ڈھمپ نے نیچے آکر اس کے لیے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ پچھلی سیٹ پر براجمان ہیوتھم سے شغل کرتا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترا تھا اور قریب ہی کے ایک کیفے کی طرف چل پڑا تھا۔ دفعتاً کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ "ہیلو جیلانی صاحب؟"

وہ رک کر مڑا اور سوچنے لگا کہ اسے کہاں دیکھا تھا۔

قریب پہنچ کر اجنبی نے کہا۔ "اے تم کیسے بندے ہو کہاں چھپے ہوئے ہو؟"

"بندر بندوں کو تو کہیں سے ہو۔"

"کہنے کا مطلب یہ کہ ٹھمرو کے پٹھے تمہیں سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا یہ جگہ سارے شہر میں شامل نہیں ہے۔ مجھے تو ابھی تک کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔۔۔ لیکن تم کون ہو؟"

"میں اس وقت وہاں موجود تھا جب تم ٹھمرو سے جھگڑا کر رہے تھے۔"

"میں نہیں کر رہا تھا بلکہ اسی نے شروع کیا تھا۔"

"پھر بھی ہو تمہیں دو چار دن احتیاط برتنی چاہیے۔ ویسے سب کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"شکریہ! اس شہر کے لوگ بہت اچھے ہیں۔"

"کیا تم کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"فرید آباد سے۔"

"تب تو اور زیادہ محتاط رہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کس طرح محتاط رہوں۔"

"خیر چھوڑو۔۔۔ آؤ ایک ایک کپ چائے ہو جائے۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے کی طرف لے جاتا ہوا بولا اور ٹھیک اسی وقت ایک عجیب طرح کی خوشبو ڈھمپ کے ذہن پر مسلط ہونے لگی۔ بڑی سحر انگیز خوشبو تھی۔ اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں اور چاروں طرف کا منظر ایک دم تاریک ہو گیا۔ نہ صرف منظر تاریک ہو گیا بلکہ اس کا وجود بھی اسی تاریکی میں تحلیل ہو گیا۔ پھر نہ جانے کتنی دیر بعد وہ تاریکی کسی بپھرے ہوئے سمندر کی جھاگ اڑاتی ہوئی لہروں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ لہریں اسے اچھالتی تھیں اور وہ جیسے اونچائی سے پھر پانی کی سطح پر آ گرتا تھا لیکن آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ پھر کسی بہت بڑی مچھلی نے اس کی گردن دبوچی تھی اور پانی کی سطح پر سیدھا کھڑا کر دیا تھا اور دفعتاً چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ وہ سخت زمین پر کھڑا جھوم رہا تھا لیکن نہ وہ سڑک تھی اور نہ وہ ماحول۔۔۔ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ صرف پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر پانچ سیاہ پوش بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ سر تا پا سیاہ پوش۔۔۔ چہروں پر صرف آنکھوں کی جگہیں کھلی ہوئی تھیں۔

"اُف لو۔۔۔" ڈھمپ سر جھٹک کر بولا۔ "تو یہاں [illegible] بیٹھا ہوا ہے۔"

"خاموش رہو۔" ایک کرسی سے سرد سی آواز آئی۔

ڈھمپ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ کمرے میں صرف ایک ہی دروازہ تھا اور کمرا ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔

"تم کون ہو؟" وہی آواز پھر سنائی دی۔

"ڈھمپ۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"میری شکل دیکھ کر جو بھی ہوتا ہے۔"

"تمہارا عہدہ کیا ہے؟"

"ڈھمپوں کا کوئی عہدہ نہیں ہوتا صرف عوام کے خادم ہوتے ہیں۔"

"پولیس کے کس شعبے سے تعلق رکھتے ہو؟"

"جس شعبے میں دل چاہے بھرتی کرا دو۔"

"سیدھی طرح بات کرو یہ ٹھمرو کے غنڈوں کا معاملہ نہیں ہے۔"

"پھر کس شریف آدمی کے خاندان سے ہو تم لوگ۔۔۔؟"

بولنے والا دوسرے نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔ اور بولا۔ "اسے سبق دو۔"

وہ نقاب پوش اٹھا۔ ڈھمپ نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا سا چابک دیکھا۔

"شڑاپ۔۔۔" چابک کی آواز کمرے میں گونجی تھی اور ڈھمپ نے لمبی چھلانگ لگا کر خود کو اس کی زد سے بچایا تھا۔

"کسی تانگے والے کے خاندان سے معلوم ہوتے ہو۔" ساتھ ہی ریمارک بھی پاس کیا تھا۔

"ٹھہرو۔۔۔" دوسرا نقاب پوش ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ "میں اسے کور کرتا ہوں۔۔۔ اگر چابک کی مار سے بچا تو گولی کھائے گا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "نہ یار ریوالور نہ چابک۔۔۔ ویسے آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"اپنی حقیقت ظاہر کرو۔"

"فرید آباد سے ملازمت کی تلاش میں آیا تھا۔ انٹرویو بھی ہوا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ راستے میں وہ حاملہ کتیا نظر آگئی۔"

"کیا بک رہے ہو؟ کیسی حاملہ کتیا؟"

"کیسی حاملہ کتیا۔۔۔ عجیب سوال ہے۔ حاملہ کا مطلب بتاؤں یا کتیا کا۔۔۔ تم کتیا نہیں سمجھتے۔ ارے ایسی کتیا جو بچے دینے والی ہو۔"

"یہ کیا بک رہا ہے۔" نقاب پوش نے اپنے برابر والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ کیا بتائیں گے۔۔۔ تمہاری ہی طرح کے تو ہیں۔۔۔ مجھ سے پوچھو۔" ڈھمپ جلدی سے بولا۔ "بے تو حماقت ہی۔ بار بار شرمندہ بھی ہوا ہوں اپنی عادت پر۔۔۔ مگر مجبوری ہے۔ شاید کوئی کمپلیکس ہے۔ بچپن ہی سے یہ حال ہے کہ اگر کہیں کوئی حاملہ کتیا نظر آجائے تو اس وقت تک اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہوں جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ادھر سے گزر رہا تھا کہ کیفے کے پیچھے وہ کتیا نظر آگئی۔۔۔ بس اتنی سی کہانی ہے میری۔۔۔ ہاں، وہ ٹھمرو خواہ مخواہ الجھ پڑا تھا ورنہ میں بہت شریف آدمی ہوں۔ ددھیال کی طرف سے ڈھمپ اور ننھیال کی طرف سے گلکپ ہوں۔ شاید آپ لوگوں نے میرے نانا لارڈ گلکپ کا نام سنا ہو جنھوں نے سڑکوں پر سے کوڑا اٹھانے کی مشین ایجاد کی تھی۔"

"ہم نے نہیں سنا۔"

"تو اب سن لو۔"

"جیلانی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

• میں کہاں کا باڈی گارڈ ہوں، تم روسے بنگلے کے بعد انھوں نے مجھے اس ملازمت کی پیش کش کی تھی. انھوں نے کہا تھا کہ انھیں اپنے کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔

• کیا خیال ہے تمھاری عدم موجودگی میں اسے قتل کر دیا گیا ہو گا؟

• خدا کی پناہ... " ڈومپ بوکھلا گیا۔

• تم کہیں گئے ہوئے تھے... اگر کار ان میں اس کی لاش ملی اور تم غائب ہوئے تو... پولیس پہلے ہی سے تمھاری طرف سے تشویش میں مبتلا ہے۔

• یہ تم لوگوں نے کیا کیا؟

• ابھی نہیں ہوا... لیکن یہی ہو گا۔

• بڑی بزدلی کی بات ہے... اور... خدا کی پناہ... " ڈومپ کچھ کہتے کہتے رک گیا یا انھوں نے قہقہے لگائے تھے اور پھر ان میں سے ایک بولا تھا. جیلانی سے کہہ دینا کہ جس طرح تم حیرت انگیز طور پر ہم تک پہنچ گئے ہو اسی طرح ہم جب بھی چاہیں اسے بھی طلب کر سکتے ہیں۔

• تو وہ کاروباری حریف آپ ہی حضرات ہیں؟

• بکواس ہے. ہم اس جیسے حقیر آدمی کے حریف کس طرح ہو سکتے ہیں۔

• پھر تو میری عقل حیران ہے۔" ڈومپ بے بسی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

• کیا اس نے تمھیں تفصیل نہیں بتائی؟

• نہیں، بس اتنا ہی کہ انھیں اپنے کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔

• اس سے کہو یہ آخری وارننگ تھی. اس کے بعد ایک ایک کر کے اس کے سارے افراد خاندان ختم کر دیے جائیں گے... لیکن اُسے زندہ رکھا جائے گا۔

• تو اس کا مطلب ہوا کہ یہاں سے میری واپسی ممکن ہے؟" ڈومپ خوش ہو کر بولا۔

• آخری وارننگ پہنچانے کی حد تک تمھیں کوئی خطرہ نہیں... لیکن اگر اس کے افراد خاندان کے ساتھ تم بھی مارے گئے تو وہ تمھاری اپنی غلطی ہو گی۔

• ملازمت بھی ملی تو تلوار کی دھار پر..." ڈومپ برا سا منہ بنا کر بولا۔

• تمھاری کیا حقیقت ہے اگر جیلانی پوری فوج بھی رکھ لے تو ہو گا وہی جو ہم چاہیں گے۔

• لیکن... آخر تم لوگ مجھے پولیس والا سمجھ کر کیوں لائے تھے؟

• خیال ہوا تھا کہ شاید اس نے پولیس سے مدد طلب کی ہے۔

• کیا وہ ایسا نہیں کر سکتے؟

• ہرگز نہیں. کوئی چور پولیس سے مدد طلب کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔

• چور... یعنی جیلانی سیٹھ؟

• ایک گھٹیا قسم کا معمولی چور۔

• پتا نہیں میں کس چکر میں پڑ گیا ہوں... بگڑ جاؤ ہو آخر اس بے چارے گھٹیا کا کیا قصور تھا. آپ لوگوں نے اسے کیوں مار دیا... اور اس کے بچے کیوں اٹھوائے؟

• کیوں بکواس کر رہے ہو. ہم ایسا کیوں کرنے لگے. کیا اس نے کوئی ایسی کہانی بھی سنائی ہے؟

• جی ہاں. ان کی صاحبزادی نے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے سارا ماجرا دیکھا تھا کہ آدمی ایک جیپ سے اترے تھے. گھٹیا پر گولی چلائی تھی اور اس کے بچوں کو اٹھا لے گئے تھے۔

• اس معاملے کو پُراسرار بنا کر پیش کیا گیا ہے تمھارے سامنے. ہو سکتا ہے وہ جیلانی ہی کے آدمی رہے ہوں۔

• لیکن وہ تو میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہوں، مجھے کچھ باور کرانے کے لیے جیلانی سیٹھ کو اس قسم کا ناٹک کھیلنا پڑے۔

• اسی بنا پر تو ہمیں خیال ہوا تھا کہ تم کوئی اہم آدمی ہو۔

• تب تو سو اسی دیا تھا جیلانی سیٹھ نے۔

• اب کیا ارادہ ہے. ملازمت جاری رکھو گے؟

• ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔

• ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں. ہم تو چاہتے ہیں کہ تم پوری وضاحت کے ساتھ ہماری آخری وارننگ اس تک پہنچا دو۔" دفعتاً ڈومپ نے پھر وہی خوشبو محسوس کی تھی. سر چکرایا تھا اور وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا. دوسری بار آنکھ کھلی تو سب سے پہلے سردی اور تیز ہوا کا احساس ہوا. پھر تاریکی ہی تاریکی... اور ہوا کے جھکڑ... اٹھنا چاہا لیکن سر چھت سے ٹکرا گیا تھا... خدا کی پناہ... کیا وہ کسی صندوق میں بند ہے؟ اس نے سوچا اور تیزی سے سر سہلانے لگا. ٹھیک اسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی نظر آئی تھی اور وہ اچھل پڑا تھا. ایک بار پھر سر میں چوٹ آئی اور وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا [illegible] سے باہر نکل گیا. یہ وہی [illegible] تھی جس کے پیچھے [illegible] دیے تھے. وہ جیلانی سیٹھ کے بنگلے کے [illegible] پر [illegible] ہوا تھا...

"کون ہے؟"

• بس بس... زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔" ڈومپ بیزاری سے بولا۔

• کون پٹیل صاحب؟" چوکیدار نے حیرت سے کہا۔ "میں [illegible] نہیں لگے گا صاحب نے کہا ہے. صبح کو [illegible] سامان لے جانا ہو۔

• کیا بات ہے؟ آخر ہوا کیا؟

• تم صاحب کو بتائے بغیر غائب ہو گئے تھے صاحب بہت ناراض ہیں۔

• اگر یہ بات ہے تو میں انھیں اطلاع دے دوں کہ میں واپس آ گیا ہوں. اگر اس وقت ملاقات نہ ہو سکی تو پھر کبھی نہ ہو گی۔

دفعتاً کہیں دور سے جیلانی سیٹھ کی آواز آئی: "کون ہے. کیا بات ہے؟"

"میں ہوں سیٹھ. یہ چوکیدار پھاٹک نہیں کھول رہا۔" ڈومپ نے ہانک لگائی۔

• یہ کیا حرکت تھی؟" اس بار قریب ہی سے آواز آئی۔

• جو کچھ بھی تھا اس کے بارے میں یہاں بات نہیں کی جا سکتی۔

• پھاٹک کھول دو۔" جیلانی نے چوکیدار سے کہا۔

... اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈومپ لائبریری میں بیٹھا اپنی کہانی سنا رہا تھا. جیلانی سیٹھ کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑتی جا رہی تھی. اس کے خاموش ہوتے ہی تھوک نگل کر بولا۔ "تو تم کیسے [illegible] والے فٹ پاتھ پر تھے؟"

• جی ہاں، یہاں کی طلب ہوئی تھی. میں نے کہا تھا کہ اب تک آپ خود پر تشریف لے آئیں، میں ایک کپ چائے پی لوں۔

• اور وہیں گہری غشی طاری ہوئی تھی؟

• جی ہاں، بیان نہیں کر سکتا کیسی خوشبو تھی۔

• گھٹیا بے ہوش ہوئے تھے اور انھیں ہسپتال پہنچایا گیا تھا. تمھیں بھی شاید اسی بہانے کوئی اٹھا کر لے گیا ہو گا۔

• جو کچھ بھی ہوا ہو اب اس کا ذکر فضول ہے. آخری وارننگ میں نے آپ تک پہنچا دی۔

• میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔

• اگر اپنے خاندان والوں کی زندگیاں عزیز ہیں تو ان کا مطالبہ مان لیجیے۔

• کون سا مطالبہ؟

• وہی جس کی وضاحت آپ نے نہیں کی تھی۔

• میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔

• آپ کی مرضی... لیکن اب مجھے چھٹی دیجیے. نقاب پوشوں سے مجھے ہول آتا ہے. ایسی فلمیں بھی نہیں دیکھتا جن میں کسی نقاب پوش کا رول بھی شامل ہو. وہ پانچوں مجھے خطرناک لگے تھے۔

• بس ڈر گئے؟

• نہیں سیٹھ... لیکن کسی معاملے کو پوری طرح سمجھے بغیر دخل اندازی بھی نہیں کرتا اور پھر آپ خود سوچیے کہ ان لوگوں نے کتنی آسانی سے مجھے اٹھوایا تھا۔

• لیکن وہ تمھیں کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا سکے۔

• محض اس لیے کہ انھوں نے مجھے وقتی طور پر بخش دیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔

• ہاں، یوں بھی سوچا جا سکتا ہے۔

• سوچا نہیں جا سکتا بلکہ حقیقت یہی ہے. انھوں نے یہی کہہ کر مجھے واپس کیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔

• دیکھا جائے گا. میں بھی کسی قدر وزن رکھتا ہوں ورنہ وہ اتنے دنوں سے صرف دھمکیاں ہی نہ دیتے رہتے۔

• آپ کے خاندان والوں کی زندگیوں کا سوال ہے۔

• ڈومپ کہیں انھوں نے تمھیں رشوت دے کر اپنا جاسوس نہ بنا لیا ہو۔

• بس سوچ جائیے. میں تو چلا. اسی وقت اپنا سامان بھی اٹھاؤں گا۔

• ٹھہرو۔" جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم اس طرح نہیں جا سکتے. میں واقعی خطرے میں ہوں۔

• سوال تو یہ ہے کہ میں ایسے حالات میں کیا کر سکوں گا. خدا کی پناہ اور میں تو اسی خوشبو کا تصور بھی کیوں گا۔

• بہرحال انھوں نے تمھیں اچھی طرح مرعوب کیا ہے۔

• میری کیا حیثیت ہے. یہی سوال میں نے ان سے بھی کیا تھا اور وہ تو مجھے پولیس کا آدمی بھی سمجھے تھے۔

• ان کا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا. ان کے خلاف میں پولیس کی مدد بھی لے سکتا ہوں۔

• تو پھر دیر کیجیے ورنہ آپ کے افراد خاندان...!

• بس..." جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بار بار افراد خاندان کا حوالہ نہ دو۔

• بہت بہتر۔" ڈومپ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آپ نے مجھے جس مقصد کے تحت ملازم رکھا ہے اس میں ناکام ہو چکا ہوں۔

• تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔

• ایسے حالات میں میرا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔

• میں ایسا نہیں سمجھتا۔

• تو میری ملازمت برقرار رہے گی؟

• میرا مقصد دراصل یہ جاننا تھا کہ تم نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے؟

• اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سیٹھ... کبھی ضرورت پڑی تو

آپ دیکھ ہی رہی ہیں کہ ویسے آپ بلڈ پریشر چیک کرانا چھوڑ دیجیے۔"

"کیا مطلب؟"

"روزانہ ناشتے کے بعد لہسن کے تین جوئے نگل کر ڈنر میں بڑے اور پیاز نگل جائیے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوگا۔ معالج حضرات اگر اپنے مریضوں کو بھی بتانے لگیں تو بڑی بڑی کوٹھیاں کیسے تعمیر کرا سکیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ جاکر سو جاؤ۔"

"اور ہاں۔۔۔ ان لوگوں نے کینی کی موت اور اس کے بچوں کے غائب ہو جانے والے واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ سب آپ ہی نے کرایا تھا کہ حالات پر اسرار بن جائیں۔"

"مجھے اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

"مجھ سے سوال نہ کیجیے۔ میں نے ان کا کہا بتایا تھا۔ اس سلسلے میں میری اپنی کوئی رائے نہیں۔"

"اگر انھوں نے تمھیں مجھ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے سوچنا پڑے گا۔" ڈھمپ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا سوچنا پڑے گا؟"

"یہی کہ تم کسی نہ کسی طرح سچ مچ میرے لیے بہت اہم ہو۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں کیا چیز ہوں؟"

"وقت ہی بتائے گا کہ تم کیا چیز ہو۔"

"اپنی دانست میں تو میں نے ابھی تک ایک ہی خدمت کی ہے۔"

"کیا؟" جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"نانا جان اسٹر اور ڈھمپ کی جانی خاص کا تسخر اڑائے ہائی بلڈ پریشر آپ کے گوش گزار کر دیا ہے اور استدعا کی ہے کہ وہ بھی سے دور رہے اور محض دیدہ داری سے بلڈ پریشر ہائی جب لگا سکتا ہے۔"

"پھر بکواس شروع کر دی۔ جاؤ سو جاؤ۔" جیلانی آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں جناب۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خود بھی چاہتی ہوں گی کہ آپ روزانہ اپنا بلڈ پریشر چیک کرا لیا کریں۔ ہے نا؟"

"چلے جاؤ ورنہ تھپڑ رسید کر دوں گا۔" جیلانی نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"اوکے باس!" یہ کہہ کر ڈھمپ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے باہر کوئی موجود ہو۔ جھٹکے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا تھا۔ باہر جو کوئی بھی تھا، تیزی سے بائیں جانب والی تاریک راہداری میں غائب ہو گیا۔

ڈھمپ پورے بنگلے کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا کہ اب کس طرح اور کہاں اس سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو سکے گی۔ بڑی تیزی سے دائیں جانب مڑا تھا اور ایک کمرے میں گھس کر دوسری طرف نکل گیا تھا۔ پھر زینوں کے قریب اس نے اسے جا ہی لیا۔ "خدا کی پناہ۔۔۔!" وہ اس کا راستہ کاٹتا ہوا بولا۔ "آپ ہیں؟"

غزالہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"بابا کی کوٹھی میں رہتی ہیں۔ بری بات ہے۔"

"خاموش۔ ہو سکتا ہے وہ ادھر آ نکلے۔ پیچھے میں ہوں، اوپر چلو۔"

"جی بہت بہتر۔" ڈھمپ نے سعادت مندی سے کہا۔۔۔ اور اس سے پہلے ہی زینوں پر جا چڑھا تھا۔ وہ اسے اپنی خواب گاہ کے برابر والے کمرے میں لے آئی تھی۔

"میں نے ساری باتیں سنی تھیں۔" اس نے ڈھمپ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ارے باپ رے۔"

"تم مجھے ایماندار آدمی لگتے ہو۔"

"عزت افزائی کا شکریہ۔"

"جھوٹ نہیں سننا چاہتی۔"

"میں نے سیٹھ صاحب کو جو کچھ بھی بتایا ہے اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ شامل نہیں۔"

"مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تم سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں اس کے سلسلے میں تم دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیا ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں؟"

"خدا ہی جانے۔۔۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ جو کچھ مجھے بتایا ہے وہی میں نے ان نامعلوم آدمیوں کے سامنے بھی دہرا دیا تھا۔ آپ بھی سن چکی ہیں کہ انھوں نے اپنے بعض کاروباری حریفوں کی ٹوہ لینے کے لیے میری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"وہ نامعلوم آدمی کیا چاہتے ہیں؟"

"مجھے معلوم ہو جائے تو ان کی چاہت کا خاتمہ چٹکی بجاتے کر سکتا ہوں۔"

"کیا انھوں نے اپنے کاروباری حریفوں کی نشاندہی بھی کی ہے؟"

"جی نہیں۔"

"باڈی گارڈ تو زندگی کی حفاظت کے لیے رکھا جاتا ہے۔"

"ارے وہ تو گارڈ کہتے ہوں گے۔ باڈی گارڈ تو صرف اوپری ٹوٹ پھوٹ کا ذمے دار ہوتا ہے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کاروباری حریف زندگی کے خواہاں نہیں ہیں صرف ہاتھ پیر توڑ دینا چاہتے ہیں۔"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔ اس صاحبہ بیگم، اب آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجیے۔"

"پوچھو کیا پوچھنا ہے؟"

"آپ کو خود شک کیوں کر لاحق ہوا کہ آپ کے ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں؟"

"بہتیرے بزنس مین کرتے ہیں اور اسے برا نہیں سمجھتے۔"

"آپ کے ڈیڈی کیا کر سکتے ہیں؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔۔۔ لیکن ایک ایسے تاجر کو جانتا ہوں جو بظاہر دیسی گھی کی تجارت کرتا ہے لیکن اصل بزنس چرس کی اسمگلنگ ہے۔" ڈھمپ نے کہا۔

"گھی کی تجارت ہونے کی بنا پر چرس کی نقل و حرکت آسان ہو جاتی ہے۔ گھی کے کنستروں میں دو خانے بنوائے گئے تھے۔ نچلے خانے میں چرس اور اوپر گھی بھرا ہوا ہے۔ کسٹم والے چیک مار کر رہ جائیں گے۔ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے لیکن آپ کے ڈیڈی کا بزنس۔۔۔"

"ان کے مختلف بزنس ہیں۔"

"اگر کسی بزنس کی آڑ میں وہ کوئی غیر قانونی بزنس بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

"آپ کے ڈیڈی شریف آدمی ہیں۔ ان کے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچیے۔"

"میں ان کے لیے فکر مند ہوں اور تمھاری وجہ سے اس فکر مندی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو اسی وقت میں یہ ملازمت ترک کرنے کو تیار ہوں۔"

"قطعی مجھے یہ منظور نہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے ساز باز کر لو۔"

"اس ساز باز کی نوعیت کیا ہو گی؟"

"اگر تمھیں معلوم ہو جائے کہ ڈیڈی کوئی غلط کام کر رہے ہیں تو مجھے آگاہ کر دینا۔"

"یہ قطعی ناممکن ہے۔ اس سے میرے کردار پر حرف آئے گا لیکن اگر میں اچانک غائب ہو جاؤں تو آپ بھی سمجھ لیجیے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو گیا کہ وہ کوئی کام خلاف قانون کر رہے ہیں تو پھر یہاں نہیں رکوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

"میں نے آپ کے ڈیڈی کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ میں کسی غیر قانونی حرکت میں ملوث ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"دوسری بات۔ آخر ڈیڈی نے کس بنا پر تمھیں اس قدر قابل اعتماد سمجھ لیا کہ تم اس طرح بنگلے میں گھومتے پھر رہے ہو؟"

"اس سلسلے میں خود ان کے ذہن کو ٹٹولیے۔۔۔ آخر آپ کس بنا پر مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں اور یہاں لے آئی ہیں؟"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر ہنس کر بولی۔ "تمھاری شکل ہی ایسی ہے۔"

"آپ نے ہم دونوں کی پوری گفتگو سنی تھی؟" ڈھمپ نے اس بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ہاں میں نے پوری گفتگو سنی تھی۔"

"اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ڈیڈی کی طرح آپ بھی ان نقاب پوشوں اور ان کی دھمکیوں سے مرعوب نظر نہیں آتیں۔"

"میری ہی طرح انھوں نے بھی اس واقعے پر یقین نہیں کیا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے تم نے کہانی گھڑی ہے۔"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا تھا اور باہر نکل گیا تھا۔

* * *

جولیا اسے ساتھ لے کر ہوٹل سے نکلی تھی اور رانا پیلس کی طرف روانہ ہو گئی تھی اور اس کام کے لیے اپنی گاڑی استعمال کرنے کی بجائے ٹیکسی کا انتظام کیا تھا لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے روانگی سے قبل ایکسٹو کو اطلاع دی تھی اور ایکسٹو نے اسے بتایا تھا کہ کن راستوں سے گزر کر رانا پیلس تک پہنچنا ہے۔ آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ مقصد تو رانا پیلس تک پہنچنا تھا۔ خواہ کوئی راستہ اختیار کیا جاتا اور پھر ایکسٹو ہی کی ہدایت کے مطابق اپنی گاڑی انٹرنیشنل کے پارکنگ شیڈ ہی میں چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اس نے خصوصیت سے تاکید کی تھی کہ گاڑی پارکنگ شیڈ ہی میں چھوڑ دی جائے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ گاڑی کوئی اور وہاں سے لے جائے گا۔ بہرحال اب ٹیکسی ایکسٹو کے بتائے ہوئے راستوں سے رانا پیلس کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرح ٹیکسی کو ایک سنسان راستے سے بھی گزرنا پڑا جو صرف ٹیوب ویلز کی گاڑیوں کے لیے مخصوص تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے انھیں آگاہ بھی کیا تھا کہ وہ عام راستہ نہیں ہے لیکن جولیا نے اسے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ انھیں روکا نہیں جائے گا۔ ویسے یہ اور بات

بے کچھ ہی دُور چلنے کے بعد ان کا راستہ ایک لمبی سی گاڑی نے روک دیا تھا۔ بیچ سڑک پر آڑی ترچھی کھڑی کی گئی تھی۔ ٹیکسی والا بار بار ہارن دیتا رہا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔ بالآخر اُس نے اس کے قریب ہی پہنچ کر ٹیکسی روک دی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے دیدے باہر کو نکل گئے کیونکہ دو ریوالوروں کی نالیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ تیسرا آدمی گاڑی سے اُتر کر ٹیکسی کے قریب آیا اور ڈرائیور کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا "تم چپ چاپ بیٹھے رہنا نہیں تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔"

جولیا نے آواز سے پہچانا تھا کہ وہ صفدر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ویسے میک اپ تو اتنا مکمل تھا کہ اس کے فرشتے بھی نہیں پہچان سکتے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" روزا خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

"تم دونوں خاموشی سے اُتر کر اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔" ان سے کہا گیا۔

"لل... لیکن کیوں؟" جولیا نے بدحواسی کی ایکٹنگ کی۔

"یہ بعد میں بتایا جائے گا، جلدی کرو۔"

اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ اس نے انجن بند نہیں کیا تھا۔

"انجن بند کرو۔" صفدر ڈپٹ کر بولا۔ ڈرائیور نے مشینی انداز میں تعمیل کی تھی۔ ان دونوں کو ٹیکسی سے اُتر کر دوسری گاڑی میں بیٹھنا پڑا تھا۔ صفدر بھی ان کے قریب ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"دفع ہو جاؤ۔" اس نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا تھا اور ڈرائیور نے انجن سٹارٹ کر کے ٹیکسی اسی طرف موڑ دی تھی جدھر سے آیا تھا۔ دوسری گاڑی بھی سیدھی ہوئی اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

"تم لوگ غیر ملکیوں کو لوٹ کر بھی خوشحال نہیں ہو سکو گے۔" جولیا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"خاموش بیٹھی رہو۔" صفدر غرایا۔ اس نے بھی ریوالور نکال کر گود میں رکھ لیا تھا۔ روزا میکسویل کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے حلق سے تو اب آواز ہی نہ نکل سکے گی۔ کبھی کبھی شکایت آمیز نظروں سے جولیا کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ دفعتاً جولیا نے اس سے کہا "بے فکر رہو ٹیکسی ڈرائیور پولیس کو آگاہ ضرور کرے گا اور یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔" اس پر صفدر نے قہقہہ لگایا تھا لیکن اظہار خیال نہیں کیا تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟" جولیا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی نہیں... اگر تم دونوں نے خاموشی سے تعاون کیا... تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔"

"یعنی ہم چپ چاپ تمہارے ساتھ چلتے رہیں؟"

"یہی مطلب ہے۔" صفدر بولا۔

"آخر کیوں؟"

"تم شاید بہت زیادہ بولنے کی عادی ہو۔"

"ہم کسی کے کھلونے نہیں ہیں۔"

"بہت زیادہ بہادری نہ دکھاؤ۔"

"نہ... خاموش رہو۔" روزا جولیا کے زانو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ جولیا نے اس کے ہاتھ میں لرزش سی محسوس کی۔ صفدر کو تو اس نے آواز سے پہچانا تھا لیکن وہ دونوں کون تھے، وہ سوچتی رہی۔ اتنے میں روزا نے جرمن زبان میں کہا "اب کیا ہو گا... یہ لوگ بتاتے کیوں نہیں کہ ان کا مقصد کیا ہے؟"

"میں سخت شرمندہ ہوں۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "نہ میں تمہیں ہوٹل سے باہر نکالتی اور نہ یہ افتاد پڑتی۔"

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہی۔" روزا جلدی سے بولی۔ "کیا یہ لوگ ہمیں فروخت کر دیں گے؟ میں نے سنا تھا کہ ان اطراف میں اب بھی بردہ فروشی ہوتی ہے۔"

"نہیں یہ غلط ہے، میں کئی سال سے یہاں مقیم ہوں لیکن پہلی بار اس قسم کے واقعے سے دوچار ہوئی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"تب تو تم ان سے پوچھو کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟"

"تمہاری وجہ سے کیوں؟ تمہیں یہاں والے کیا جانیں؟"

"تم پوچھو تو... ہو سکتا ہے اسی نے کوئی کھیل شروع کیا ہو جس کے لیے میں یہاں آئی تھی۔"

"یہ تم دونوں نے کس زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے؟" صفدر نے انگلش میں کہا۔

"ہم اس وقت تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گی جب تک تم ہمیں اس حرکت کا مقصد نہیں بتا دو گے۔" جولیا نے بھی انگلش ہی میں جواب دیا تھا۔

"ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ تمہیں ایک جگہ پہنچانا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام تم کسی اور کے لیے کر رہے ہو؟"

"یہی بات ہے۔" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"وہ کون ہے؟"

"میں نے کہا تھا کہ خاموش بیٹھو۔" صفدر نے غضیلی آواز میں کہا۔

"چپ رہو۔" روزا نے پھر جولیا کا زانو دبایا۔

گاڑی اب ایک کچے راستے پر چل رہی تھی جس کے دونوں اطراف میں دُور دُور تک کپاس کے کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ گاڑی کب شہری حدود سے باہر نکل گئی تھی۔ دفعتاً جولیا تذبذب میں پڑ گئی۔ ہو سکتا ہے یہ صفدر نہ ہو... مگر اس قسم کی کوئی سکیم ہوتی تو اسے لاعلم رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے مگر پھر کسی کی ہدایات پر غور کرتے ہی سارے شبہات رفع ہو گئے۔ شاید اسی لیے اس نے راستوں کی نشاندہی کر دی تھی کہ سنسان سڑک پر اس کے دوسرے ساتھی بہ آسانی اپنی کارگزاری دکھا سکیں۔ گاڑی ایک جگہ رک گئی اور صفدر نے ان سے کہا "اب کچھ دُور پیدل چلنا پڑے گا۔"

روزا میکسویل کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ جولیا نے اُسے سہارا دیا اور پھر پگڈنڈی سے گزر کر وہ لکڑی کے تختوں سے بنائے ہوئے ایک جھونپڑے تک پہنچے تھے۔

"مم... میں... بہت خائف ہوں۔" روزا نے آہستہ سے جولیا کے کان میں کہا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔" جولیا بولی۔ "مجبوری ہے۔"

"تم بھی کیا کرتیں، ہم مصیبت میں ہیں... لیکن یہ سب کچھ میرے لیے ہے یا تمہارے لیے... میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

جھونپڑے کے اندر دو گدے پڑے ہوئے تھے۔ ایک پر اُن دونوں کو بٹھا دیا گیا۔ صفدر کے ساتھی دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے اور وہ آگے بڑھ کر بولا تھا "تم میں سے وہ کون ہے جو ایران سے آئی ہے؟"

"کک... کیوں؟" روزا بول پڑی۔

"تو تم ہی ہو؟"

اس نے خوفزدہ انداز میں سر کو جنبش دی اور صفدر اسے گھورتا ہوا بولا "تم نے ابھی تک رپورٹ کیوں نہیں دی... اور یہ کون ہے؟"

"میری وہ ڈائری کھو گئی جس پر پتا لکھا ہوا تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"پتا تمہیں زبانی یاد ہونا چاہیے۔"

"مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ مجھے اسٹار فش کے کمرہ نمبر بارہ میں ملے گا۔ پتے کی حیثیت ثانوی تھی۔"

"تو پھر وہ کہاں گیا؟"

"اگر جانتی ہوتی تو پریشان کیوں ہوتی؟" اس نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا "ان سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی تھی اور یہ مجھے اپنے ساتھ لے جا رہی تھیں ورنہ نہ جانے کیا حشر ہوتا۔"

"ہو سکتا ہے تم نے اسے پہچانا نہ ہو۔"

"وہ تین دن پہلے کمرہ نمبر بارہ میں مقیم تھا۔ نام بدلے جا سکتے ہیں صورت نہیں بدلی جا سکتی۔ میں نے روم سروس والوں کو اس کی تصویر دکھا کر تصدیق کی تھی۔"

"اوہ... تو تصویر ہے تمہارے پاس...؟"

"کیوں نہیں؟"

"لاؤ دیکھوں۔" اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ روزا نے ہینڈ بیگ سے ایک تصویر نکال کر اسے تھما دی۔ اس دوران میں جولیا حیرت سے کبھی روزا کی طرف دیکھتی رہی تھی اور کبھی صفدر کی طرف... آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے وہ دونوں سمجھ میں نہ آنے والی کسی زبان میں گفتگو کر رہے ہوں۔ صفدر نے تصویر پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی اور پھر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا "اب پہلے ہم اسے تلاش کریں گے۔ اس کے بعد ہی بات آگے بڑھ سکے گی۔"

"اور میرا کیا ہو گا؟"

"تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو گی جب تک ہم اسے ڈھونڈ نکالیں۔ دونوں کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی اور صفدر نے جولیا سے کہا "تم جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔"

"تم آخر ہو کون؟" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

"بس بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔" صفدر نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔ "یہ ہماری مہمان ہیں۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر ہم تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔"

جولیا نے روزا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے۔ وہ چند لمحے اسے پرتشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی "تم کیا کہتی ہو؟"

"یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں، میری ذمہ داری انہی لوگوں پر ہے۔"

"ان لوگوں پر...؟" جولیا طنزیہ لہجے میں بولی۔ "مجبور ہو اور

دکھا کر اپنی باتیں منواتے ہیں۔"

"کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا ہوا تھا۔"

"مجھے کیا۔" جولیا شانے سکوڑ کر بولی پھر اس نے صفدر سے کہا۔ "مجھے واپس انٹرنیشنل پہنچا دو۔"

"لیکن اگر تم نے کوئی غیر معمولی حرکت کی تو نتیجے کی ذمہ دار ہوگی۔"

"غیر ضروری باتوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے... تو چلو...." اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا لیکن روزا میکسوئل کو وہیں روک لیا گیا تھا۔

باہر نکل کر صفدر آہستہ سے بولا۔ "تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔"

"پھر کیا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"پتا نہیں، بس یہ کہا گیا تھا کہ تم دونوں کو اس ہوٹل سے جانا جائے پھر اسے وہیں روکا جائے..... اور تم واپس کر دی جاؤ۔"

"ٹیکسی ڈرائیور نے تمہاری گاڑی کے نمبر ضرور نوٹ کیے ہوں گے اور پولیس کو اطلاع دے دی ہوگی۔"

"نمبر پلیٹ بدلی جا چکی ہے اور کیا تم پیچ انٹرنیشنل واپس جانا چاہتی ہو۔"

"میری گاڑی وہیں ہے۔"

"اگر تم نے کیپٹن فیاض کی ہدایت کے مطابق کبھی گاڑی لے لی ہی میں چھوڑ دی ہوگی تو اب تک وہ تمہارے بنگلے پر پہنچا دی گئی ہوگی۔"

"عمران کو بھی کہیں پتا ہے؟"

"نہیں میں نہیں جانتا۔"

"مجھے بھی جھوٹ کی بو آرہی ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ جب تم نے خود سے معلوم کر لیا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اوہ... تو اتنی دیر میں اس نے تمہیں آگاہ بھی کر دیا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں نے قیاس کیا تھا۔"

"تمہیں بھی بتایا ہوگا اس نے۔"

"بات ہی ایسی تھی کہ اس کے پیٹ میں نہیں رک سکی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق۔"

"غالباً ٹیلیگراف کے مسیج کے بارے میں میرا خیال معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"ظاہر ہے۔"

"ہو سکتا ہے کوڈ ورڈز ہوں۔"

"ہمارے مروجہ کوڈ سے مختلف، لیکن دوسرا...."

"قیاس آرائیوں سے کیا فائدہ۔"

"میں شادی کی ایک ریڈی میڈ فکر میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔"

"ضروری نہیں کہ عمران صاحب بھی اسے جانتے ہوں۔"

"عمران ہی نے ایک بار تعارف کرایا تھا کیپٹن فیاض کی کوٹھی پر۔"

"خواہ مخواہ سر کھپا رہی ہو۔" صفدر نے کہا۔ "ویسے یہ مشورہ دوں گا کہ اب اپنی جان پہچان کا سلسلہ ختم کر دو۔"

"میں نے تم سے مشورہ نہیں طلب کیا تھا۔" جولیا نے تلخ لہجے میں کہا صفدر پھر کچھ نہیں بولا تھا اور گاڑی تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی۔

●

غزالہ نے قفل کے سوراخ سے اس کمرے میں جھانکا تھا اور تحیر آمیز انداز میں منہ کھول کر رہ گئی تھی کیونکہ وہ کمرے کے وسط میں فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا تھا۔ جسم میں ذرا سی بھی جنبش نہیں پائی جاتی تھی۔ تو یوگا کی ورزشیں بھی ہوتی ہیں۔ اس نے سوچا اور پھر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تھا جلدی سے ڈریسنگ گاؤن پہنا اور اس کی پیٹی کستا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ غزالہ دروازے سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ٹھٹک گیا۔ "اف... فرمایئے میں عبادت کر رہا تھا۔"

"اس طرح کی جاتی ہے عبادت؟" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"...لیکن میں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ آپ اندر کیوں جھانک رہی تھیں۔"

"میں نے پوچھا تھا کہ یہ عبادت کیسی ہے؟"

"جب سیدھوں سے کام نہیں چلتا تو سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہوں۔"

"اور یہ کام کب کیا جاتا ہے؟" اس نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"پچھلے پہر... لیکن اس طرح میں سطح زمین سے اوپر کی طرف دیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟"

"بس صاحبہ یا تو اندر آ جائیے یا مجھے ہی نکال باہر کیجیے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا انگلستان میں تہذیب سمجھا جاتا ہے۔"

"لیکن یہ انگلستان نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود بھی یہ راہداری ہی ہے۔"

"تنے ریک کیوں ہو۔"

"مجھے الجھا نہیں آتا ورنہ اس سوال کا جواب ضرور دیتا۔"

"تم ڈیڈی کا تحفہ کس طرح رکھو گے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آئی۔" عمران بولے ہوئے اپنا سر سہلاتا ہوا بولا۔

"وہ تم سے خواہ مخواہ مرعوب ہو گئے ہیں۔"

"ان کا اپنا فعل ہے میں اس کا کیا جواب دے سکتا ہوں۔"

"تمہارا ناشتا یہیں کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"شکریہ! میں خود بھی دس آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔"

وہ جھنجھلا کر پیچھے ہٹتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ڈمپ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر یکلخت چہرے کے عضلات میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ یہ لڑکی خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی پتا نہیں کیا چاہتی تھی۔ ڈمپ نے دروازہ بند کیا اور ڈریسنگ گاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر ڈال دیا۔ پوری طرح کپڑے بھی نہیں پہن سکا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

"ایک منٹ!" وہ بلند آواز میں بولا "کپڑے پہن رہا ہوں۔"

"جلدی کرو کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔" یہ باہر سے غزالہ کی آواز آئی۔ آواز میں خوف کی لرزش بھی شامل تھی۔

"کیسی گڑبڑ؟"

"ڈیڈی کی خواب گاہ میں.... جلدی کرو۔"

وہ باہر نکلا اور سراپا سوال بنا کھڑا رہا تھا۔ غزالہ اسے گھورتی ہوئی بولی "ارے تم اس طرح کھڑے میری شکل کیا تک رہے ہو۔"

"پھر کیا کروں مجھے تو کوئی گڑبڑ دکھائی نہیں دیتی۔"

"ڈیڈی ابھی تک بیدار نہیں ہوئے میں نے دستک بھی دی تھی۔"

"زیادہ پی گئے ہوں گے رات کو۔"

"مت بکواس کرو وہ شراب نہیں پیتے۔"

"پھر کیسے سیٹھ ہیں جب شراب بھی نہیں پیتے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہر دولت مند آدمی شرابی بھی ہو۔"

"تب تو پھر مجھے انہیں سیٹھ صاحب کی بجائے ملا جی کہا کروں گا۔"

"تم کہاں سے نہیں جاؤ گے تیار کرو گے بھی؟"

"ہو سکے وہ کروں دیر تک سوتے رہنا کہتا تو نہیں ہے۔"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"دوسری طرف کوئی کھڑکی بھی ہے؟"

"ہے عقبی پارک کی طرف کھلتی ہے۔"

"آپ دروازے پر دستک دیجیے میں ادھر جاتا ہوں۔"

"ادھر سے کیا کرو گے کھڑکی تقریباً تیس فٹ اونچائی پر ہے۔"

"اگر کھلی ہوئی تو ادھر سے پتھر اوپر کروں گا۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"پھر بتائیے کیا کروں ہو سکتا ہے پتھر لگتے ہی وہ جاگ اٹھیں۔"

"میں تمہارا سر کسی بڑے پتھر سے توڑ دوں گی۔"

"اگر اس سے ان کی نیند پر کوئی اثر پڑ سکتا تو میں اسے بھی ازراہ وفاداری گوارا کر لیتا۔"

وہ اس کے ساتھ ہی عقبی پارک میں چلی آئی کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔

"یہ تو گھبرانے والی بات ہے۔" ڈمپ پر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"کک... کیا مطلب؟"

"کھڑکی میں ذرا گرل ہے اور نہ سلاخیں...."

"تت... تم... کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ خواب گاہ میں نہیں بھی ہو سکتے۔"

"ارے تو کچھ کرو۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"سیڑھی... کوئی سیڑھی ہے؟"

دست شناسی کی ایک نایاب کتاب

قسمت کا حال

پنڈت شیو ناتھ

[illegible]

"ہاں ہے تو وہ ایک جانب دوڑتی ہوئی بولی۔

سیڑھی بھی مل گئی تھی اور آسانی سے رکھی بھی گئی تھی کھڑکی تک پہنچنا آسان ہوتا۔ سب سے پہلے ڈھمپ کھڑکی سے گزر کر خواب گاہ میں داخل ہوا تھا پھر غزالہ پہنچی تھی۔ سیٹھ جیلانی کہیں دکھائی نہ دیا۔ دروازہ اندر سے بولٹ کیا ہوا تھا۔

"ارے وہ دیکھو" وہ دفعتاً غزالہ چیخ پڑی۔ وہ بستر پر پڑے ہوئے خون کے دھبے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ ڈھمپ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"اب کیا ہوگا؟" غزالہ روہانسی ہو کر بولی۔

ڈھمپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر خون کے اس دھبے کا جائزہ لینے لگا۔

"تم... میں پولیس کو فون کرنے جا رہی ہوں" غزالہ پھر بولی۔

ڈھمپ سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا پھر بولا "یہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔"

"یہ کیوں نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ خشک ہو جانے پر خون کی رنگت ضرور بدلتی ہے۔ یہ تو ویسا ہی لال لال رکھا ہوا ہے۔"

"ہاں..." وہ آگے بڑھ کر دھبے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "اسے سیاہی مائل ہو جانا چاہیے تھا۔"

"تو پھر یہ خون نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے چادر پر پہلے ہی سے موجود رہا ہو۔"

"ڈیڈی کبھی نہیں برداشت کرتے کوئی داغ دار چادر۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر کہیں گئے ہیں یا لے جائے گئے ہیں۔ کھڑکی کی طرف سے جانا دشوار ہے۔ اپنے پیروں سے چل کر کہیں جانا تھا تو کھڑکی استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا آپ مجھے ان کی کسی گرل فرینڈ کا نام بتا سکتی ہیں؟"

"بکواس شروع کر دی۔"

"میرے ایک دوست کی گرل فرینڈ امریکہ میں رہتی ہے۔ اس نے اسے لکھا تھا کہ دل چاہتا ہے کہ میرے پر لگ جائیں اور میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں؟"

"بالکل ہوش میں ہوں۔ لیکن آپ کے ڈیڈی پولیس کو اس معاملے میں نہیں ڈالنا چاہتے۔"

"کس معاملے میں؟"

"کیا پچھلی رات اس سلسلے میں آپ سے گفتگو نہیں ہوئی تھی؟"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تمہارے جانے کے بعد میں ان کے پاس گئی تھی تو انہوں نے عجیب کہانی سنائی تھی۔"

"آہا! تو شاید انہوں نے آپ کو اصل معاملے سے آگاہ کر دیا ہے۔"

"بکواس مت کرو... خدا کے لیے کچھ سوچو، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"میں بہت زیادہ عقل مند نہیں ہوں لہٰذا سوچیے آپ... وہ عمل میں کروں گا۔"

"انہوں نے ایسی کہانی سنائی تھی کہ... سمجھو کیا تم جاسوسی ناول پڑھتے ہو؟"

"کبھی کبھی" ڈھمپ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ان کا کوئی دوست تھا جس نے ان کے پاس کوئی چیز رکھوائی تھی اور اسی رات وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر مر بھی گیا تھا۔ پھر پتا نہیں کیسے معلوم ہوا دشمنوں نے ڈیڈی کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ان سے اس چیز کا مطالبہ کرتے رہے تھے اور ڈیڈی کا کہنا تھا کہ ان کے دوست کی موت کسی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ وہ انہی نامعلوم لوگوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اس نے کوئی چیز ان کے سپرد کی تھی۔"

"بھلا اس سے کیا فائدہ ہوا؟"

"انہوں نے یہ ساری باتیں پچھلی ہی رات کو بتائی تھیں۔ اس سے پہلے مجھے کبھی شبہ تک نہیں ہو سکا تھا کہ ڈیڈی کی زندگی سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔"

"میں نے پوچھا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟"

"میں نہیں جانتی لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح اپنے دوست کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔"

"سبحان اللہ... اور اب خود بھی روپوش ہو گئے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ روپوش ہو گئے ہیں؟"

"فی الحال میں صرف اس سرخ نشان کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"اگر یہ خون نہیں تو پھر کیا ہے... اور تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو... کچھ کرو۔"

"اچھا تو میں صبر کرتا ہوں۔"

"پھر وہی فضول باتیں۔ میں ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"آپ نے ابھی تک کوئی ایسی کام کی بات نہیں بتائی جس کی بنا پر میں کچھ کرنے کے قابل ہو سکوں۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

imran series. mimranmalik@gmail.com 30/12/07

Donot forget me to send a little of any help

"جدید ترین گرل فرینڈ کا پتا۔"

"سچ کہتی ہوں کوئی چیز دے ماروں گی تمہارے سر پر۔"

"پتا نہیں کیوں آپ برا مان جاتی ہیں۔"

"ان کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔"

"تب تو وہ اس دنیا کے آدمی ہی نہیں معلوم ہوتے اور آپ بھی کسی کی گرل فرینڈ نہیں ہوں گی۔"

"میں لڑکوں سے دوستی نہیں کرتی۔"

"دوستی کرنی نہیں آتی ہوگی" ڈھمپ نے مایوسی سے کہا۔

"ارے تم بھی اس ہی کے ہو جاؤ گے۔"

"اچھا تو میں ان صاحبہ کے پاس جا رہا ہوں جن سے وہ روزانہ بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے تھے۔"

"تم پتا نہیں کیا اوٹ پٹانگ بک رہے ہو؟"

"لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہیں؟"

"ہاں جانتی ہوں۔"

"انہی سے بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے ہیں۔"

"روزانہ...؟"

"قریب قریب۔"

"ہوں" غزالہ کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں "تو لیڈی ڈاکٹر زیبا... اچھا تم کسی طرح اسی سے معلوم کرو ان کی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں۔"

"اسے علم ہوگا؟"

"کوشش کرو معلوم کرنے کی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی کچھ جانتی ہیں؟"

"وہ بہت دنوں سے کوشش کر رہی ہے کہ ڈیڈی دوسری شادی کر لیں۔"

"لیکن زیبا شاید شادی شدہ ہے۔"

"کسی اور سے کرانا چاہتی ہے۔"

"تب تو بلڈ پریشر...؟"

"یونہی کبھی کبھی معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے۔"

"آپ کی کار لے جاؤں؟"

"تمہارے ہاتھ میں نہ لگے گا۔ موٹر سائیکل لو۔"

"اس پر تو اور زیادہ چغد لگوں گا۔"

"وہ تو آتی تھیں انہیں بھی بلڈ پریشر چیک کرنا ہے؟"

"میں موٹر سے ہی ٹھیک لگوں گا۔"

"ٹھیرو" وہ ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی "اور تم یہاں کسی قسم کی لڑکی کے آئیڈیل رہا کرتے تھے۔"

"پرانی بات ہوئی کیوں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس کی موجودگی حیرت انگیز ہے۔"

"اوہ... وہ تو میں نے کبھی چلا چلا کر ہی اسے پاس کیا تھا ورنہ لڑکی کیوں تلاش کرتا۔ کار نشینوں کی اولادیں تھوڑی دیر قرآن میں لگنے لگے کچھ نہیں ہوتا تو یہ یونہی سوچا تھا۔"

"پتا نہیں کیوں تمہاری باتوں پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ڈیڈی کو کیا ہو گیا تھا۔"

"ڈیڈی کو تو شروع ہی سے کچھ ہو گیا تھا۔ اس خطرناک چیز کو چھپائے بیٹھے رہے جس کے سلسلے میں ایک آدمی مارا گیا تھا۔ خدا پر تو بتائیے کہ یہ واقعہ ہوا کب تھا اور ان کے دوست کا نام کیا تھا؟"

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔"

"اچھی بات ہے۔ تو میں موٹر ہی لے جا رہا ہوں" ڈھمپ نے کہا اور خواب گاہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

●

لیڈی ڈاکٹر زیبا اپنے باغ میں کیاریوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ مطب میں عموماً شام کو بیٹھتی تھی۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ناشتے کے بعد باغ میں مالی کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ آج مالی غیر حاضر تھا تو خود ہی پانی لگانا پڑا تھا کیاریوں میں۔ دفعتاً اس کے قریب ہی کسی نے مہندی کی باڑھ کے پیچھے سے سر ابھارا تھا اور وہ اچھل پڑی تھی۔

"اوہ عمران! تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا" وہ کھسیانی ہو کر بولی۔

"عمران نہیں ڈھمپ... فول ڈھمپ... ننھال کی طرف سے کلٹھمپ..."

"ڈھمپ کلٹھمپ ہی لگتے ہو۔ اس طرح آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ اپنی خواب گاہ سے غائب ہو گیا ہے۔"

"وہ شخص ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا" زیبا نے کہا۔

"صبح سے ہی کچھ چل رہا ہے، ناشتہ تک نصیب نہیں ہوا۔"

"ادھر سے کچن میں آ جاؤ" زیبا ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"تمہارے میاں کہاں ہیں؟"

"شکار پر تشریف لے گئے ہیں۔"

"اچھا تو پہلے کچھ کھلواؤ" عمران نے کہا اور اسی طرف چل پڑا جدھر زیبا نے اشارہ کیا تھا۔ زیبا نے اس سے پہلے ہی کچن میں پہنچ کر پچھلی کھڑکی دروازہ کھول دیا۔ عمران نے اندر داخل ہو کر باورچی کے بارے میں پوچھا تھا۔

"وہ آج مالی اور باورچی دونوں ہی نہیں آئے۔"

زیبا نے کافی پاٹ ریشر پر رکھ دیا تھا اور فریج سے کھانے کی چیزیں نکالنے لگی تھی۔ عمران نے جیلانی سیٹھ کی کہانی شروع کر دی۔ سب کچھ سن لینے کے بعد زیبا بولی "قطعی نہیں۔ میں اس کے کسی ایسے دوست سے واقف نہیں ہوں، جو یہاں شاہ دارا میں کسی حادثے کا شکار ہوا ہو۔"

"یہ کہانی اس کی بیٹی نے سنائی ہے۔"

"بہر حال میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ معاملات اس نوعیت کے ہوں گے۔"

"حسن کے پیچھے غائب ہو گئے اور کتیا مار ڈالی گئی۔"

"میری سمجھ میں تو آرہا ہے کوئی بھی بات نہیں۔"

"یعنی اگر وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا تب بھی کتیا مار ڈالی جاتی۔"

"کہہ تو رہی ہوں کہ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ کتیا مار ڈالی جاتی ہے اور پلے غائب ہو جاتے ہیں۔"

"تو پھر یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ وہ جیلانی کے بنگلے کے قریب والی کتیا کے پلے ہونے کی بنا پر ماری گئی۔"

"لیکن جیلانی کسی نہ کسی طرح اس معاملے میں ضرور ملوث ہے۔ میں یہیں بتا چکی ہوں کہ ایک بار میں نے اسے فون پر کسی کو اطلاع دیتے سنا تھا کہ کسی جگہ کتیا نے بچے دیے ہیں۔"

"تو پھر مجھے اس طرح ملازمت کی پیشکش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "مجھے تو وہ کتیا اتفاقاً ہی نظر آئی تھی۔ جیلانی کی شکل دیکھنے کے لیے اس کے بنگلے کی طرف جا نکلا تھا۔ پلے کے پیچھے کتیا دکھائی دی اور میں وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ ویسے ایک تجربہ ہوا۔"

"کیسا تجربہ؟"

"کتیا کم از کم احسان مند تو نظر آتی ہے، حالانکہ بیوی کو کتنا ہی کیوں نہ کھلاؤ پلاؤ سسرال والوں کا تو دشمن ہی سیدھا نہیں ہوتا۔"

"سچ کہتی ہوں" زیبا ہنستی ہوئی بولی۔ "تم کوئی بڑھیا دھندو معلوم ہوتے ہو۔"

"اے وہاں نہیں تو۔"

"شمروڈ فنشر کا کیا معاملہ تھا؟"

"بس یوں ہی تھوڑا سا الجھ گیا تھا۔"

"وہ صحیح سے خاصی شہرت پا گئی ہے شاہ دارا میں... کوئی اور نام نہیں سوجھا تھا تمہیں۔"

"ہوں نام قدیم سے ذہ صحیح چلا آ رہا ہوں۔ ہاں وہ کتیا کہاں ہے؟"

"جس کے بارے میں تم نے اطلاع دی تھی۔"

"میں نے اسی کے بارے میں اطلاع دی تھی جسے دیکھتے ہی تم اس کے پلے پر چپٹ گئے تھے۔"

"لیکن تم نے جیلانی کا تذکرہ کرتے وقت یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے بنگلے کے قریب ہی کہیں پائی جاتی ہے۔"

"میرے لیے کیا اہم نہیں تھی۔ میں تو تمہیں جیلانی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔"

"لیکن وہ مظلوم نکلا۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔"

"تمہیں حالات کا پوری طرح علم نہیں اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"کیسے حالات؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ پیچ در پیچ کسی دشواری میں پڑ گیا ہے۔ کچھ لوگ اس سے کوئی چیز وصول کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ اس کے کاروباری حریف ہی ہوں گے۔"

"کاروبار ہے کیا آخر اس کا؟"

"چرس کی اسمگلنگ۔"

"چرس کے اسمگلروں کا نام والوں کا دور دور سے ہوں گے۔ میں تو صرف کتیا کے بچوں کے سلسلے میں آیا تھا۔ جیلانی میں محض اس لیے دلچسپی پیدا ہوئی کہ تمہارے بیان کے مطابق اس نے فون پر کسی کو کتیا کے بچے دینے کی خوشخبری سنائی تھی۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کتیا کے بچوں کو؟"

"بیسٹری۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ کتیوں کی آڑ میں اسمگلنگ ہوتی ہے۔"

"یعنی کتیا کے بچے چرس لے جاتے ہیں۔"

"یہی سمجھو۔"

"وہ کس طرح؟"

"ان کی کھال اتاری جاتی ہے اور ایسے جسموں پر مشتمل مسالہ چڑھا دی جاتی ہے جن میں چرس بھری ہوتی ہے... اور پھر وہ ڈیکوریشن پیس کی حیثیت سے ایکسپورٹ کر دیے جاتے ہیں۔"

"خیال برا نہیں ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ویسے تم نے یہ آئیڈیا کس جاسوسی ناول سے چرایا ہے؟"

"میں سچ کہتی ہوں اسی لائن پر کام کرو۔ تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا۔"

"اچھا... اچھا..." عمران سر ہلا کر بولا۔ "ناشتے کا بھی بہت شکریہ۔ بس ایک بات اور بتا دو۔"

"پوچھو، معلوم ہوگی تو ضرور بتاؤں گی۔"

"آج کل جیلانی کی شادی کس سے کرا رہی ہو؟"

"کیا مطلب؟" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں نے غلطی سے اس کی کسی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس نے تمہارا پتا بتا دیا۔"

"مت بکواس کرو۔"

"مطلب یہ کہ اس نے بتایا کہ تم اس کے باپ کو دوسری شادی کی ترغیب دیتی رہتی ہو۔"

"اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے... لیکن ٹھہرو... جیلانی میرے مطب میں اس لیے آتا ہے کہ کبھی کبھی اس کی ملاقات ایک مریضہ سے ہو جاتی ہے اور وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ اب اس کا نام اور پتا بھی بتا دو۔"

"سعدیہ نام ہے... اور سول لائنز میں رہتی ہے۔ اور پتا وال لائن میں بنگلہ نمبر گیارہ۔"

"شکریہ، غالباً تم نے بہر حال سمجھانی کی تھی۔"

"لیکن یہ بکواس ہے کہ میں اسے دوسری شادی کی ترغیب دیتی ہوں۔"

"بلڈ پریشر کا کیا حال ہے؟"

"شاذ و نادر معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے لیکن وہ روزانہ مطب پر سوار رہتا ہے۔ یقینی طور پر وہ صرف سعدیہ کے لیے آتا ہے۔"

"سعدیہ کس مرض میں مبتلا ہے؟"

"وہم اور اسی کے وہم میں مبتلا ہے حالانکہ صرف بد ہضمی کا شکار ہو جاتی ہے کبھی کبھی..."

"ابھی یا مشتبہ ہے۔ تو پھر چلو۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اب میرے ایک سوال کا بھی جواب دیتے جاؤ۔"

"آسان ہونا چاہیے اور انگریزی کا نہ ہو۔"

"اگر چرس میں تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے تو پھر کس لیے دوڑے آئے؟"

"کتیوں کے خوبصورت بچے دیکھنے کا شوق بچپن ہی سے ہے۔ یہ تو شاہ دارا ہی کی بات ہے اگر مجھے اطلاع ملے کہ جنوبی سرحد میں کسی کتیا کے ہاں خوشی ہونے والی ہے تو سرپٹ دوڑتا چلا جاؤں گا۔"

"اچھا تو اب سرپٹ دوڑتے چلے جاؤ ورنہ مجھے غصہ آ جائے گا۔"

وہ وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ گاڑی اس کے بنگلے سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر پارک کی تھی۔ زیبا کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہتا تھا حالانکہ اسے بھروسہ تھا کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ اچھی طرح اطمینان کر کے زیبا کے بنگلے کی کمپاؤنڈ وال پھلانگی تھی اور واپسی میں بھی یہیں کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جا سکتا۔ لیکن دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے گاڑی تک پہنچتے ہی پیروں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ پچھلی سیٹ پر غزالہ نیم دراز نظر آئی تھی۔ وہ کھسیائے ہوئے انداز میں سر سہلانے لگا اور غزالہ گھورتی ہوئی بولی۔ "گاڑی لاک کر کے نہیں گئے تھے، اگر کوئی اڑا لے جاتا تو...؟"

"آپ میرے اگر یہ واقعہ پیش آ جاتا تو واقعی میرے لیے مر جانے کا مقام ہوتا۔ لیکن یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ کیا والد صاحب ہی کا اغوا کافی نہیں ہے؟"

"افوہ... ہونہہ..." وہ ہنس پڑی۔

"مگ... کیا مطلب؟"

"پہلے تم بتاؤ کہ زیبا سے کیا معلوم ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اس سے بات ہی نہیں ہو سکی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں تھا کہ الٹے قدموں بنگلے سے پھر نکل آیا؟ ابھی تک سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اس سے کیا پوچھا جائے اور کس طرح پوچھا جائے؟"

"پھر پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ڈیڈی کا کیس میری سمجھ میں آ گیا ہے۔"

"واقعی؟" عمران خوش ہو کر بولا۔

"چلو چھوڑو۔" غزالہ نے اگلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بتاتی ہوں۔"

عمران گاڑی میں بیٹھ گیا اور بولا۔ "اسی جگہ بتائیں گی یا انجن اسٹارٹ کروں؟"

"چلو چلتے رہو۔ سول لائنز چلنا ہے۔"

عمران چونک پڑا۔ کیا اس نے کسی طرح اس کے اور زیبا کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی ہے۔ اس نے مڑ کر غزالہ کی طرف دیکھا۔ "کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے طویل سانس لے کر کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی۔

"جانتے ہو جواب کیا ہوگا؟" غزالہ نے سوال کیا۔

"میں کیا جانوں۔" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"ڈیڈی روتے بسورتے ہوئے واپس آ جائیں گے اور اطلاع دیں گے کہ وہ یا بچوں کا نقاب پوش کاروباری حریف نہیں... بلکہ

سسرال والے تھے زبردستی شادی کر دی انھوں نے۔ مجھے سے باندھ دیا تھا اور چابک لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ کرو شادی اپنی اسٹینو یا سیکرٹری سے ورنہ مارتے مارتے کھال اُدھیڑ دیں گے پھر دو تین چھپکلیاں لے کر فرش پر رکھ دیں کہ کیا کرتا بے چارا کرنی ہی پڑی شادی ورنہ وہ جان سے مار دیتے۔"

"ارے باپ رے" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"غلط نہیں کہہ رہی۔ تم دیکھ لینا اور پھر چاہے جو کچھ ہو گا۔"

"جی نہیں۔"

"میں تم سے شادی کر کے غرالہ صاحب ہو جاؤں گی۔"

"باپ رے باپ" عمران کراہ کر رہ گیا۔

"یہ ہو کر رہے گا تم دیکھ لینا۔ اس وقت تمھیں اسی لیے سول لائنز لے جا رہی ہوں۔"

"لگ... کس لیے؟"

"تمھارا لباس ذرا اچھا نہیں۔ ڈھنگ کے کپڑوں میں اسمارٹ لگو گے۔"

"میرا خیال ہے کہ پہلے اپنے ڈیڈی کو واپس آ جانے دیجیے! اگر شادی کر کے واپس آئیں تو پھر آپ کو اختیار ہو گا جو دل چاہے کیجیے گا۔ ابھی سے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"میں نے کبھی یہ کہا کہ ان کپڑوں میں تم اُلو لگتے ہو۔ ڈھنگ کا لباس ہونا چاہیے۔"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈیڈی کے بارے میں آپ کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے ان کی کہانی پر یقین نہیں آتا۔ آخر چادر پر اس طرح دھبے کا کیا مطلب تھا جب کہ ایک بچہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔"

"جیل پیٹرآئل کا دھبہ بھی ہو سکتا ہے... وہ بھی خونی رنگ کا ہوتا ہے۔"

"تم سسرال کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو؟"

"سچی بات کر رہا ہوں۔"

"سول لائنز چلو" غرالہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن میں شادی کیسے کر سکتا ہوں جب کہ ابھی تک اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکا۔"

"میں بہت مال دار ہوں۔ اس لیے اس کی فکر نہ کرو۔"

"لیکن میں کرسچین ہوں۔"

"خدا کی پناہ، یہ تو بھول ہی گئی تھی... لیکن کیا تم مسلمان نہیں ہو سکتے؟"

"کیا فائدہ جب کہ مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق ہی نہیں... نہ آپ نماز پڑھتی ہیں اور نہ میں چرچ جاتا ہوں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ میں نام کی مسلمان اور تم نام کے کرسچین۔"

"اور یہ شادی وادی تو سب مذہبی چکر ہے۔"

"ہے تو...!"

"لہٰذا ڈیڈی کی واپسی کا انتظار کیجیے... پھر میں آپ کی شادی کسی نام کے مسلمان سے ہی کرا دوں گا۔"

"ارے تو کیا میں شادی کے لیے مری جا رہی ہوں... وہ تو ڈیڈی کی ضد میں... اگر وہ شادی کر کے واپس آئے تو میں ان کی مرضی کی پابند نہیں ہوں گی۔"

"ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ اپنے ڈیڈی کو اس قدر چاہتی ہیں کہ ان کی زندگی میں کسی اور کا وجود برداشت نہیں کر سکتیں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" دفعتاً وہ روہانسی ہو کر بولی پھر باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"یہ دوسری ہوئی" عمران آہستہ سے بڑبڑایا پھر آواز بلند کہنے لگا۔ "ارے ارے یہ آپ کیا کر رہی ہیں کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف کہیں لے جا رہا ہوں۔"

"جنگ... گگ... گا... ہنہ... ہنہ... گاڑی... گاڑی..." ہنہ ہنہ... کرتے وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"یہی کرنا پڑے گا" عمران نے کہا اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کرتا ہوا بولا۔ "اب گاڑی کے گرد بھیڑ لگ جائے گی اور اس نے دیکھا کہ غرالہ اپنے منہ میں رومال ٹھونسنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"ارے ارے یہ مت کیجیے ورنہ بھیجا دل پر گر کے ٹھس کر جائے گا۔"

"چچ... چپ رہو۔"

"تو رویا نہ کیجیے... لوگ ادھر سے دیکھتے ہوئے گزر رہے ہیں... نہیں یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے" عمران نے کہا کر گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی اور بولا "میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جس سے آپ کے ڈیڈی زبان کے معاملے میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔"

"کون ہے؟" یک بیک غرالہ کی ہچکیوں پر بریک لگ گیا۔

"ہے ایک عورت... سعدیہ نام ہے... سول لائنز میں رہتی ہے۔"

"تم اس کا گھر جانتے ہو؟"

"جی ہاں، اسی لیے ادھر سول لائنز میں بنگلہ نمبر گیارہ۔"

"اچھا تو پھر مجھے اس کے ہاں لے چلو میں اس سے بات کروں گی۔"

غرالہ نے کہا۔ اب اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش بھی باقی نہیں رہی تھی اور عمران کو دوسرے خطرے کا احساس ہوا تھا اس سے جھلاہٹ میں یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ کسی طرح غرالہ کو چپ کرانا چاہتا تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ فوری طور پر اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرا دی جاتی۔ بہرحال اب کسی سعدیہ کی شامت آنے والی تھی جس کی شکل تک اس نے نہیں دیکھی تھی۔ اس نے بہتر لہجے میں پوچھا "آخر آپ اس سے کیا بات کریں گی... سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھائیے۔"

"سوچ لیا ہے جاتے ہی اس پر ٹوٹ پڑوں گی۔"

"بنگلے میں رہتی ہے تو تنہا ہرگز نہیں ہو گی اور لوگ بھی ہوں گے۔"

"ہوا کریں مجھے کسی کی بھی پروا نہیں پھر تم تو ساتھ ہی ہو گے اگر وہ پھر پولیس کو تو بلا لیں گے۔"

"آوارہ گرد لڑکی اور بات تھی مگر یہ سول لائنز ہے اور آپ ایک بنگلے پر دھاوا بولنے جا رہی ہیں۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتی۔"

"عورت چاہے اعلیٰ بی بی کیوں نہ ہو، کیا عورت ہی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"وہ لوگ فوراً پولیس کو بلا لیں گے اور پھر جو کچھ بھی ہو گا اس کے لیے کم از کم میں تیار نہیں۔"

"ڈرپوک... دو جا کر لوں۔"

"مکر بولوں ورنہ شکوہ بھی۔"

"تم وہ تمھاری ہی بھگت تھی اور ہم لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے وہ ڈرامہ کیا گیا تھا... یہ پیسے دے دیے ہوں گے تم کو۔"

عمران کو بُرا نہیں... سخت الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سعدیہ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا تھا اس نے۔ اب یہ سر پھری پتا نہیں کیا کر بیٹھے۔

"بولو میری بات کا جواب دو" غرالہ نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے... لیکن میں آپ کا غلام تو ہوں نہیں کہ آپ مجھ سے جواب طلب کر رہی ہیں۔"

"اور اگر تم انھی لوگوں کے ایجنٹ ہوئے تو؟"

"آپ کے ڈیڈی کے حریفوں کے؟"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر کسی سعدیہ کی تلاش فضول ہے۔ پہلے آپ اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کیجیے۔"

"خاموش رہو اور سوچنے دو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد غرالہ نے کہا "کیا تم نے محسوس کیا کوئی تمھارا تعاقب کر رہا ہے؟"

"جھک مار رہا ہے، جو بھی ہے" عمران بولا "ویسے آپ نے کس طرح میرا تعاقب کیا تھا کہ مجھے علم ہی نہ ہو سکا؟"

"میں ٹیکسی میں تھی اور برقعہ اوڑھ رکھا تھا۔"

"اوہ... تو اب کہاں ہے برقعہ...؟"

"سیٹ کے نیچے۔"

"اب ایسا ہے کہ آپ ڈرائیو کیجیے اور میں برقعہ اوڑھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"تعاقب کرنے والے کے پیٹ میں درد ہونے لگے گا۔"

"تم بے تکی باتوں کے علاوہ اور بھی کچھ کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں... اور زیادہ بے تکی باتیں کر سکتا ہوں۔ ویسے یہ کام تو ہونا ہی چاہیے۔ کیا برقعہ اسی سیٹ کے نیچے ہے جس پر آپ بیٹھی ہوئی ہیں؟"

"ہاں... لیکن کیا ہے...؟"

"جی ہاں... سڑک پر سب کے سامنے برقعہ اوڑھ کر بیٹھوں گا... اور آپ ڈرائیو کریں گی۔"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کیا کہ تمھیں اس کی اجازت دوں گی۔"

"یہی تو کہا تھا میں نے کہ مفت قانون کی ڈگری حاصل کرنے سے کام نہیں چلتا میری جان... ناول بھی نہیں پڑھے شاید آپ نے۔"

"پورا سیٹ میرا پڑھا ہوا ہے۔"

"ہم دو... لیکن ہو تو بتا۔"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"تعاقب کرنے والے کو تگنی کا ناچ نچانا چاہتا تھا" عمران نے کہا اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کر دی۔

"کیا سچ مچ...؟"

"ہاں... ہاں... ایک دو منٹ لگا ادھر ہے گاڑی ہے۔"

تعاقب کرنے والی گاڑی کسی قدر آگے بڑھ کر رکی تھی اور ڈرائیور نیچے اتر کر اس طرح بونٹ اٹھانے لگا تھا جیسے انجن میں کسی گڑبڑ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہو۔ غرالہ ڈرائیونگ سیٹ سے آ گری تھی اور بدحواسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے اپنے ڈیڈی کو مجرم سے متعلق ہوائی قلعے تو بہت بنائے تھے لیکن ابھی کسی بھی کوشش سے دوچار ہونے کا یہ پہلا ہی اتفاق تھا۔ عمران نے پچھلی سیٹ اٹھا کر سیاہ برقعہ نکالا اور اتنے میں غرالہ جھپٹ کر اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اب وہ کسی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"بس اب چل دیجیے!" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ عقب نما آئینے پر نظر پڑی تھی۔ عمران پر تھوڑا سا ہی دکھائی دیا۔ نقاب ڈال لی تھی غزالہ نے لیکن آنکھوں سے اُدھر اُدھر دیکھا۔ لوگ پیچھے پیچھے لگ گئے تھے اور حیرت سے انہیں دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور دیوانہ وار ڈرائیو کرنے لگی۔ عمران اچھل کر بولا "ارے... ارے یہ کیا کر رہی ہیں؟"

"خاموش بیٹھے رہو۔ گھر چل کر بتاؤں گی۔"

"ارے بھئی تو مجھے آنے کا موقع تو دیجیے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھیے گا۔"

"اس وقت تو یہی دل چاہ رہا ہے کہ مر ہی جاؤں۔ تماشا بنا کر رکھ دیا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

بہرحال عمران کی تدبیر کامیاب رہی تھی۔ اب غزالہ کو نہ سعدیہ کا ہوش رہا تھا اور نہ سوال کا تذکرہ کیا تھا۔ جلد سے جلد گھر پہنچنے کی ہو رہی تھی۔

"ارے ابھی تو مڑ کر دیکھ بھی نہیں سکتا۔" عمران کراہا۔ "وہ دونوں لوگ کہیں لگے کہ یہ بھی مڑ کر دیکھ رہی ہے۔ ذرا عقب نما آئینے میں دیکھیے۔ وہ کہاں تک نظر آ رہی ہے یا نہیں؟"

"سب جائیں جہنم میں۔ تم خاموش رہو۔ تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔" غزالہ نے دانت پیس کر کہا۔

"تو پھر کہاں شادی کرنے جا رہی تھیں، اور کہاں دانت پیس رہی ہیں۔ آواز ہی زہر لگنے لگی۔ وہ تو کہو میں نے ہی بچا لیا، ورنہ کر بھی لی ہوتی شادی۔"

"بکواس بند کرو۔"

تھوڑی دیر بعد گاڑی بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ غزالہ جلدی سے اتری اور جھپٹ کر سامان کا بیگ اٹھا لیا۔ عمران نے طویل سانس لی تھی اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا تھا۔

"نکلو باہر۔" وہ بیلچہ تولتی ہوئی بولی۔

"نہیں، آرام سے ہوں۔" عمران نے نقاب الٹ کر کہا۔

اتنے میں ایک ملازم اندر سے دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتا ہوا بولا۔

"صاحب زخمی ہو گئے ہیں۔ ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔"

"کہاں ہیں؟" غزالہ چونکی تھی۔ بیلچہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"پلنگ پر ہیں... آپ کو پوچھ رہے ہیں۔"

غزالہ برآمدے کی طرف دوڑی۔ عمران بڑی تھکاوٹ کے ساتھ گاڑی سے اترا تھا۔ اس نے ملازم سے پوچھا "خود آئے تھے یا کوئی لایا تھا؟"

"ٹیکسی پر آئے تھے۔ ڈرائیور نے سہارا دے کر اتارا تھا۔ ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔"

"کیسے ٹوٹا؟"

"کہیں گر پڑے تھے۔"

عمران نے سر کو جنبش دی اور آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف چل پڑا۔ جیلانی کی خوابگاہ کے قریب رکا تھا۔ اندر سے غزالہ کی ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جیلانی کی آواز آئی "کون...؟"

"ڈھمپ!"

"آ جاؤ۔" وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ غزالہ جیلانی کے پاس سے ہٹ کر کرسی پر جا بیٹھی۔ جیلانی آرام کرسی پر نیم دراز تھا اور شاید غزالہ اس کے زانو پر سر ٹکائے رو رہی تھی۔ جیلانی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمایاں ہو گئے تھے اور اس کا بایاں ہاتھ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عمران اندر پہنچ کر رک کر کھڑا رہا۔ جیلانی نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور غزالہ رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ شاید آنسو امڈے ہی چلے آ رہے تھے۔

"بیٹھو!" جیلانی نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

عمران بدستور کھڑا رہا۔

"تم نے سنا نہیں؟" غزالہ نے تیز لہجے میں بولنے کی کوشش کی لیکن آواز گلوگیر سی ہو کر رہ گئی۔

"جج... جی ہاں!" عمران کھکھار کر بولا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بالکل ویسی ہی خوشبو تھی جیسی تم نے بیان کی تھی۔" جیلانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کب اور کہاں؟"

"پچھلی رات... نہیں... اس کمرے میں...؟"

"اچھا تو پھر...!"

"وہ دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ پڑھتا رہا تھا۔ شاید سوا دو بجے کتاب رکھ کر روشنی بجھانے ہی والا تھا کہ کھڑکی سے اسی خوشبو کا ریلا اندر آیا تھا... پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا تھا... دوبارہ آنکھ کھلی تو یہ کمرا نہیں تھا... اور وہ پانچوں... خدا کی پناہ۔"

"پانچ ہی تھے؟"

"ہاں پانچ نقاب پوش... پھر انہوں نے تشدد کی حد کر دی۔ بائیں بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔"

"میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" عمران دہاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"آئینے میں شکل دیکھو اپنی۔" غزالہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بعد میں دیکھ لوں گا۔" عمران روانی میں بولا۔

"بہرحال تمہیں گھر میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔" اور وہ عمران کو گھونسا دکھا کر بولی۔

"ایسی باتیں نہ کیجیے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خوشبو بڑی چیز ہے۔ اسی خوشبو نے مجھے تو بھرے بازار سے اغوا کروا دیا تھا۔"

"ہاں... اس کا کوئی تصور نہیں۔" جیلانی جلدی سے بولا۔

"تصور!" غزالہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"اچھا اب تم جاؤ۔ میں ڈھمپ سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔" جیلانی نے کہا۔

وہ عمران کو گھورتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ پھر جیلانی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمران سوال کر بیٹھا۔ "کیا آپ نے وہ چیز ان کے حوالے کر دی؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چیز حوالے کر دی ہوتی تو بازو کیوں تڑوا بیٹھتا۔"

عمران نے متفکرانہ انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "یہاں کس طرح آ پہنچے؟"

"ایک شریف آدمی کے بستر پر ہوش آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے ایک سڑک کے کنارے بے ہوش پایا گیا تھا۔ وہ لوگ اٹھا لائے۔ ہوش آنے پر مجھے بازو میں شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر بلوایا۔ تب معلوم ہوا کہ فریکچر ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ بے چاروں کے پاس کار نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"نوکر کے بیان کے مطابق آپ ٹیکسی سے واپس آئے تھے اور کوئی آپ کو پہنچانے بھی نہیں آیا تھا۔"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہو جائیں۔ اسی لیے میں نے ان سے مزید کوئی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا۔"

"عقل مندی کی بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھا انہیں بتایا کیا تھا؟"

"یہی کہ چلتے چلتے چکر آیا تھا۔ گر پڑا... اور بے ہوش ہو گیا۔"

"چلیے... اچھا ہی ہوا ورنہ یہ بات پولیس تک پہنچا دیتے۔"

"بہرحال تم یہ سمجھ لو کہ جب تک وہ چیز ان کے قبضے میں نہیں آ جاتی اسی وقت تک میں زندہ ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس چیز کو حاصل کر لینے کے بعد وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"پھر بتاؤ اب کیا کروں؟"

"کچھ دنوں کے لیے ملک سے باہر چلے جائیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا لیکن بچی کا کیا ہو گا؟"

"انہیں بھی ساتھ لے جائیے۔"

"میں جا ہی نہیں سکتا۔" جیلانی جھنجھلا کر بولا۔

عمران مجسم سوال بنا اسے دیکھتا رہا۔ پھر جیلانی کچھ دیر بعد بولا "واپسی پر مجھے معلوم ہو گا کہ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔ میرے سارے ملازمین نمک حرام اور بے ایمان ہیں۔ میں ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے سر پر سوار نہ رہوں تو مہینے بھر میں دیوالیہ ہو جاؤں۔"

"تب تو دشواری ہے۔" عمران پُرتشویش لہجے میں بولا۔

"کوئی صورت اس کے علاوہ نہیں ہے کہ بیٹھے بیٹھے ڈرتا رہوں۔"

"میں آپ کی حفاظت کی ذمہ داری لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ کے کسی شناسا کے پاس بیار بگ کی فورڈ بھی ہے؟"

"بیار بگ کی فورڈ!" جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"ایس ڈی ٹائپ چار تین دو نمبر ہے۔" عمران بولا۔

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جب ہم آپ کی تلاش میں نکلے تو ایک مخصوص جگہ سے کسی نے اس گاڑی میں ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔" جیلانی بڑبڑا کر رہ گیا۔

"اور آپ نے چادر پر دھبہ دیکھا؟" عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "کیا یہ پہلے سے موجود تھا؟"

"اوہ... نہیں... مگر نہیں... خون...؟"

"نہیں خون نہیں ہے۔"

"تب پھر کیا ہے؟"

"خدا جانے۔"

"مجھے تو ہوش نہیں تھا۔ وہ تھی بڑی عجیب خوشبو تھی اور اتنی جلدی ذہن پر اس کا اثر ہوا تھا کہ کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے۔ یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ باڈی گارڈ پڑا خراٹے لیتا رہے اور آپ فریکچر مول لیتے پھریں۔ حد ہو گئی۔"

چوکیدار بھی پچھلی رات کھڑے کھڑے سو گیا تھا۔"

"جی ہاں! اسے بھی چکر آ گئے تھے۔ ہاں تو آپ نے اس گاڑی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"معاملہ گاڑی کے ذکر پر آپ حیرت ظاہر کرتے ہوئے کچھ بڑبڑائے تھے۔"

"نہیں تو۔"

"آپ نے کہا تھا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"مجھے تو یاد نہیں۔ میں ایسی بات کیوں کرتا جب کہ میں اس نمبر کی گاڑی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔"

"آپ کی مرضی۔" عمران شانے سکوڑ کر بولا۔

"تمہیں یقین نہیں آیا۔" وہ عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

"نہیں جناب! آخر آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں۔"

"تم بہت شکی ہو۔"

"اسے ایک بچہ بھی آپ کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ جانتے ہیں لیکن بتانا نہیں چاہتے۔ سیاہ فورڈ کے حوالے پر آپ چونکے بھی تھے اور نمبر سن کر تو آپ کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا جیسے سماعت پر تیشہ آ رہا ہو۔"

"ختم کرو اس بات کو ..."

"اس کے بعد میرا صرف جناب عالی ..."

"کیا یہ کم ہے کہ میں تمہاری موجودگی میں ایک خاص قسم کی قوت محسوس کرتا ہوں۔"

"آپ کی مرضی! میں تو حال کی کہانی جاننا چاہتا ہوں۔"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں مجھے کہاں تلاش کر رہے تھے؟"

"بس کیا بتاؤں جناب! بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ بڑی مشکل سے مس صاحب کو پولیس سے رابطہ قائم کرنے کو روکا تھا۔"

"یہ تم نے بڑا اچھا کیا۔"

"یہی نہیں بلکہ ایک کام اور بھی کیا تھا میں نے جسے آپ یقیناً پسند فرمائیں گے۔"

"وہ کیا؟"

"انہیں محترمہ سعدیہ کی طرف نہیں جانے دیا۔"

"کیا مطلب؟" جیلانی جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ... ارے بیٹھ جائیے۔ کیا آپ بھول گئے کہ بائیں ٹانگ کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔ بے احتیاطی سے درد بڑھے گا۔"

"تم کس سعدیہ کی بات کر رہے ہو؟" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا اور عمران بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے لگا۔

"بتاؤ، بوکھلاتے کیوں نہیں؟"

"بہت ساری سعدیائیں ہوں تو نشاندہی بھی کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔"

"تو تم اس حد تک میری ٹوہ میں رہے ہو ... لیکن اسے کیسے معلوم ہوا؟"

"بس بوکھلاہٹ میں میری ہی زبان سے نکل گیا تھا۔"

"تم آخر ہو کیا چیز؟"

"ناچیز کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔"

"کیا تمہیں سعدیہ کا پتا معلوم ہے؟"

"جی ہاں! وہ بیچاری [illegible] بنگلہ۔"

"تو وہ وہاں جانا چاہتی تھی ... مگر کیوں؟"

"انہیں شبہ ہو گیا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر زیبا آپ کی شادی سعدیہ سے کرانا چاہتی ہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ! آخر یہ سب کچھ ہوا کیسے؟"

"میری ہی غلطی سمجھئے۔ بلڈ پریشر کے سلسلے میں زیبا کا نام آ گیا تھا زبان پر۔"

"مل جاتا ہے تو انہیں پیس کر رکھ دوں۔" جیلانی دانت پیس کر بولا۔

"وہ ابھی پیس ڈالئے۔ شاید اسی طرح مجھے سکون مل جائے لیکن اس سے ایک فائدہ ضرور ہوا۔ آپ سے متعلق صاحبزادی کے خیالات معلوم ہو گئے۔"

"اب اپنی کوئی کیسی حماقت بیان کرو گے؟" جیلانی غرایا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بھلا ان کے خیالات سے مجھے کیا سروکار؟"

"کیا کہا تھا اس نے؟"

عمران نے مڑ کر چور نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آگے جھک کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "ان کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ آپ نے غائب ہو جانے کا ڈرامہ کیا ہے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں؟"

"لعنت ہو مجھ پر ... آخر آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ ساڑھے تین سو میں ایک تو نہیں لگا آپ کے ہاتھوں ..."

"خیر ... خیر ... اور کیا کہہ رہی تھی؟"

"کہہ رہی تھیں کہ آپ دو دن بعد بحالت خراب واپس آ کر اطلاع دیں گے کہ ان پر اسرار نقاب پوشوں نے زبردستی آپ کی شادی کرا دی۔ اگر آپ شادی کا ذکر کرتے تو آپ کو گولی مار دی جاتی۔"

جیلانی کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ نقل و حرکت کے سلسلے میں محتاط رہیے ورنہ درد بڑھ جائے گا۔"

"بس اب تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

"گھر ہی سے؟"

"نہیں ... اپنے کمرے میں جاؤ۔" جیلانی زور سے دہاڑا۔

◆

انہیں روزا میکسویل کے ساتھی کی تلاش تھی اور اب یہ کام کسی قدر آسان ہو گیا تھا کیونکہ روزا سے اس کی تصویر مل گئی تھی۔ نیمو اور صفدر اس ہوٹل سے نکلتے تھے۔ باہر سے آنے والوں کے ریکارڈ چیک کیے گئے ... لیکن نہ کہیں وہ نام دکھائی دیا اور نہ وہ تصویر نظر آئی۔ روزا کے بیان کے مطابق وہ جیکسن ہارڈ نامی ایک سیاح تھا۔ پچھلے کئی ہفتوں کے ریکارڈ میں بھی اس کا سراغ نہ مل سکا۔

"[illegible]" صفدر آخر کار بولا۔

"کیا ہوا؟" نیمو نے چونک کر کہا۔

"ہمیں ابتدا اس ہوٹل سے کرنی چاہئے تھی جہاں وہ ٹھہرا تھا۔"

"یعنی ہوٹل نشیمن سے؟"

"بالکل سامنے کی بات تھی۔ پہلے وہاں سے تصدیق ہونی چاہئے کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی رہتا تھا یا نہیں؟"

پھر انہوں نے ہوٹل نشیمن کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ بلاشبہ وہاں کچھ دنوں پہلے جیکسن ہارڈ نامی ایک آدمی مقیم تھا۔

"لیکن جناب!" اسسٹنٹ منیجر نے کہا۔ "وہ کوئی سفید فام آدمی نہیں تھا بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے کسی سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ شاید نیگرو ... چہرے کی بناوٹ اور خدوخال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد نیگرو رہے ہوں گے۔"

"بڑی عجیب بات ہے کہ آپ نے اسے اس تفصیل کے ساتھ یاد رکھا جب کہ یہاں روزانہ درجنوں آتے جاتے رہتے ہوں گے۔" صفدر نے کہا۔

"یاد رہ جانے کی وجہ ہے جناب! بہت اچھا گٹار بجاتا تھا۔ کبھی کبھی ریکریشن ہال میں رقص کی موسیقی بجانا شروع کر دیتا اور اس کے گرد لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔"

"پاسپورٹ تھا اس کے پاس؟"

"یقیناً تھا ورنہ معلوم کیسے ہوتا کہ کہاں کا باشندہ ہے۔" اسسٹنٹ منیجر نے کاؤنٹر پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تھی، چپراسی اندر آیا تھا۔

"باہر والوں کا رجسٹر لے آؤ۔" اس نے کہا۔

چپراسی چلا گیا تھا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ وہ رجسٹر پر جھکے ہوئے تھے جس میں غیر ملکیوں کا اندراج ہوتا تھا۔ صفدر نے جیکسن ہارڈ سے متعلق تفصیل نوٹ کی ... اور ایک بار پھر انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف جانا پڑا۔ اب تو جیکسن ہارڈ کی آمد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو گئی تھی۔ اس لئے کاغذات نکالنے میں دشواری نہیں پیش آئی۔ ہیڈ کوارٹر میں ایکس ٹو کے ایجنٹ نے کاغذات فوری طور پر نکلوائے اور ان کے سامنے رکھ دیے۔ جیکسن ہارڈ جمیکا ہی سے آیا تھا اور واپس بھی چلا گیا تھا۔

"بہت تیری کی!" نیمو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ ہوئی ہے۔"

"اب روزا میکسویل کے ساتھ سختی برتنی پڑے گی۔"

"بہت بہتر ... تمہیں بڑی پیاری دکھائی دیتی ہے۔"

"سوائے پیار کے اور کچھ نہیں پڑھ سکتے عورتوں کی آنکھوں میں؟"

"پیار کے علاوہ وہاں اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔"

"اچھا پیارے خان! اب واپس چلو۔ اس سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔"

"اس شرط پر کہ تم اس سے سخت لہجے میں گفتگو نہیں کرو گے۔"

"ضرورت پڑی تو دو چار تھپڑ بھی رسید کروں گا۔"

"یار! دیت کے بارے میں بات کرو۔"

"تم نے اپنے لئے یہ پیشہ غلط منتخب کیا ہے۔ بڑے اچھے مؤذن ثابت ہوتے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمہیں پیارے کیوں دکھتی ہے۔ مجھے کیوں نہیں دکھتی؟"

"اسی سے پوچھ لینا۔" صفدر بیزاری سے بولا۔

روزا میکسویل کو ماڈل ٹاؤن کی ایک چھوٹی سی عمارت میں رکھا گیا تھا اور اب تک اسے یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ وہ اپنے ہی آدمیوں کے درمیان ہے لیکن جیکسن ہارڈ سے متعلق نئے انکشاف کی بنا پر انہیں اپنے طریق کار پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔

صفدر نے فون پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے نئی صورتحال سے آگاہ کیا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اب تمہیں پینترا بدل دینا چاہئے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا جناب ..."

"نیموتے نے اس کمرے میں کچھ آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں۔"

"جی ہاں... لیکن ابھی ہم نے ان کے سلسلے میں اس سے پوچھ گچھ نہیں کی۔"

"یہی مناسب وقت ہے کہ اسے حقیقت کا علم ہو جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا پھر وہ دونوں روزا ایکسول کے کمرے میں پہنچے تھے۔

نیموتے نے اپنا بریف کیس میز پر رکھ دیا اور صفدر خاموشی سے روزا کی طرف دیکھتا رہا۔

"کیا بات ہے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"جیکسن بارڈ تمہارے بیان کے مطابق کوئی مجرم نہیں تھا؟"

"ہاں میں نے یہی کہا تھا۔"

"اور سفید فام بھی؟"

"تم تو اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو؟"

"تم نے غلط بیانی سے ہی کام لیا تھا۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"ان دونوں شنگھل کے اس کمرے میں جہاں تم سے پہلے ایک جیکسن بارڈ ٹھہرا ہوا تھا لیکن وہ کوئی سفید فام مجرم نہیں تھا۔"

"پھر کون تھا؟"

"ایک میکسیکن نیگرو۔"

"ناممکن، مسٹر بولکا کو غلطی ہوئی ہو گی۔"

"اور تم نے یہ بھی غلط کہا تھا کہ اس عورت کے علاوہ یہاں تمہاری اور کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا" روزا جھنجھلا گئی۔ صفدر نے نیمو کی طرف دیکھا اور وہ اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔ اس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا کیسٹ پلیئر نکالا اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔ ایک عورت اور ایک مرد کی گفتگو سنائی دینے لگی۔ زبان انگریزی تھی اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا۔

"او... یہ ثبوت پیش کیا ہے تم نے" روزا یہ کہہ کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ آوازیں تمہارے کمرے میں سنی گئی تھیں۔"

"ضرور... یہ باتیں ہوں گی کیسے سنی گئی تھیں؟" وہ باتھ روم کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ وہاں سے ریکارڈ کیس اٹھا لائی تھی اور پھر اس نے بھی ایک ٹیپ ریکارڈر اس میں سے نکالا کیسٹ کو ری وائنڈ کیا اور اس کے ٹیپ ریکارڈر سے بھی وہی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ صفدر اور نیمو حیرت سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔

بالآخر صفدر بولا "اس کا مطلب...؟"

"سو کی دولت کے بارے میں بتایا گیا تھا وہ اسی جیکسن بارڈ کی آواز ہے جس سے مجھے ملنا ہے، ہو سکتا ہے وہ میک اپ میں ہو۔ اس لیے میں اسے آواز سے پہچاننے کی کوشش کر سکوں۔"

"اور اسے بھی وضاحت کے ساتھ علم نہیں ہو گا کہ اس سے ملنے کون آ رہا ہے؟"

"حالات تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس کے پاس میری تصویر ہو۔"

"تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ مجرم کسی سیاہ فام میکسیکن کے ہی میک اپ میں تھا؟"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ کوئی سفید فام کسی سیاہ فام کے میک اپ میں ہو مجھے تو ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی پھر ایک دم چونک کر بولی "تم اس طرح سوالات کیے جا رہے ہو جیسے..." وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گئی۔

"خاموش کیوں ہو گئیں بات پوری کرو۔"

"کچھ نہیں" روزا نے کہا لیکن اس کے انداز سے سراسیمگی جھلک رہی تھی۔

"غالباً تم یہ کہنا چاہتی تھیں کہ کہیں تم غلط ہاتھوں میں تو نہیں پڑ گئیں؟"

"کیا ان حالات میں مجھے یہ نہیں سوچنا چاہیے؟"

"اور ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ تم بھی حقیقتاً کون ہو؟"

"کون میں ہوں؟"

"روزا ایکسول..."

"تم میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو۔"

"کوڈ نمبر کیا ہے؟"

"یہ کیا ہوتا ہے؟" روزا نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے کہ یہ کوئی اناڑی ناتواں ہیں؟" صفدر نے نیمو سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو ہے؟"

"کوئی بات نہیں ہے ہم مطمئن ہو گئے ہیں کہ تم صرف ایک ڈمی ہو..."

"کیا مطلب؟"

"تم نے یہ رول بڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔"

"سنو! میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ مجھے جیکسن بارڈ سے ملنا ہے۔ یہ سارے الجھاوے میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔"

"کوئی الجھاوا نہیں ہے سیدھی سی بات ہے یہاں کا محکمہ سراغ رسانی ہمارے خلاف حرکت میں آ گیا تھا لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ اس نے ہمارے بیچ کون سا طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ یہی معلوم کرنے کے لیے تم بحیثیت ڈمی یہاں بھیجی گئی ہو ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ محکمہ کس زاویے سے عمل کرے گا؟"

"لگ... کیا کہہ رہے ہو؟" وہ ایک بار پھر ہکلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہیں کم از کم تم جیسی سادہ لوح ناتواں کو نہ بھیجنا چاہیے تھا۔"

"خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ محکمہ سراغ رسانی کی کیا بات کر رہے تھے۔ کیا معاملہ ہے؟"

"تم یہاں کیوں آئی تھیں؟"

"مجھے جیکسن بارڈ کو صرف یہ اطلاع دینی تھی کہ وہ لوگ مال وصول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے بعد میری واپسی کا خرچہ اور جیکسن بارڈ ہی دیتا۔ اس پیغام رسانی کے سلسلے میں انہوں نے پانچ ہزار ڈالر پہلے ہی میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دیئے ہیں۔"

"کون لوگ کیسا مال وصول کرنے کے لیے تیار ہیں؟"

"یہ میں نہیں جانتی میری ایک دوست نے تہران کے ایک تاجر سے ملایا تھا۔ اس نے اتنے معمولی سے کام کا آفر دیا، معاوضہ معقول سے بھی زیادہ تھا اور سیر مفت... تفریح مفت... واپسی کا سفر جیکسن بارڈ کے ذمے... میں تیار ہو گئی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق پولیس سے بھی ہو سکتا ہے تو میں ہرگز تیار نہ ہوتی۔"

"کیا ہیروئن یا دوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کا خیال نہیں آیا تھا تمہیں؟"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتی تھی یقیناً خیال آیا تھا۔"

"تو پھر؟"

"اگر منشیات کی تجارت کا معاملہ بھی تھا تو مجھے اس سے کیا سروکار مجھے تو صرف ایک پیغام پہنچانا تھا اور پھر واپسی..."

"لیکن اب زحمت میں پڑ گئی ہو۔"

"اب کیا ہو گا خدا کے لیے مجھے کسی طرح واپس بھجوا دو۔"

"تمہیں واپس بھجوانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔"

"پھر میرا کیا ہو گا؟"

"تمہارے لیے دو ہی صورتیں ہیں یا تو ان بے تقصیر بیٹھی رہو اور دیکھو کہ حالات کون سا رخ اختیار کرتے ہیں یا خود ہی پولیس کے پاس پہنچ جاؤ... لیکن تم کس طرح بھی اسے ثابت نہ کر سکو گی کہ تہران کے کسی تاجر نے تمہیں یہاں بھیجا ہے کیونکہ تم خود کو سیاح ظاہر کر چکی ہو کاغذات بھی یہی ظاہر کرتے ہیں۔"

"خداوندا میں کس مصیبت میں پھنس گئی۔"

"میری دانست میں تمہارے لیے یہی صورت مناسب ہو گی۔"

"تت... تو اس عورت کا تعلق پولیس سے تھا جس نے میرے بیچ مداخلت کی تھی؟"

"اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے اس دن کے بعد سے پھر کہیں نہیں دکھائی دی۔"

"لیکن تمہاری پولیس میں کسی غیر ملکی عورت کا کیا کام؟"

"ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھی؟"

"کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پیغام تم لوگ وصول کر کے میری واپسی کا انتظام کر دو۔"

"ہمیں صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے طہران والے ہمیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

"میں انسانیت کے نام پر تم سے اپیل کرتی ہوں میری مدد کرو ورنہ میرا پورا کیریئر تباہ ہو جائے گا میں وہاں شعبہ صحافت میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔"

"پانچ ہزار کے لالچ میں تم نے اپنا مستقبل دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔"

"بس یہی حماقت۔"

"مجھے تم پر ترس آ رہا ہے لیکن میں بھی کسی کو جوابدہ ہوں۔"

"اسی کے سامنے میرا معاملہ پیش کر کے رحم کی اپیل کر دو۔"

"وہ کسی کی نہیں سنتا اپنے بنائے ہوئے چند اصولوں کا اسیر ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ تمہارے لیے کیا کر سکتے ہیں فی الحال تم صرف آرام کرو" صفدر نے کہا اور نیمو کو واپسی کا اشارہ کرتا ہوا عمارت سے باہر نکل گیا۔

"اب ہم سائیکو مینشن کا رخ بھی نہیں کریں گے" اس نے کہا۔

"کیوں؟" نیمو نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ لڑکی ڈمی ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر ہماری نگرانی بھی کر رہے ہوں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"حالات سے ہم پوری طرح آگاہ تو ہیں نہیں" صفدر نے گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "اس لیے بہت زیادہ

تمھارا مار سہنا پڑے گا۔

• اس کے باوجود بھی تم نے اس سے بہت پہلے گھبرایا ہو ایئرنگ سنبھالتا ہوا بولا تمھاری حرکت میں آ گئی تھی اور تم نے عقب نما آئینے کے زاویے میں تبدیلی کی تھی پھر دور چلنے کے بعد اس نے کہا عمارت کے بائیں بازو سے ایک موٹر سائیکل بھی برآمد ہوئی ہے۔

• اگر وہ حقیقتاً اپنی گاڑی کا تعاقب کرتی ہے تو روز ایکسرسائز سے بھی زیادہ کام ہو سکتا ہے وہ شخص... کیونکہ روز تو محض ذہنی ہے۔ سعدیہ نے ایک گلی میں گاڑی موڑ دی تھی اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد تصدیق ہو گئی تھی کہ موٹر سائیکل سوار ان کا تعاقب ہی کر رہا تھا۔

●

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اگر سعدیہ والی کہانی درست تھی تب بھی اس واقعے کے بعد وہ اپنے باپ سے تو کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی لہٰذا ایک بار پھر اس نے ڈھیب ہی کا گریبان پکڑنے کی کوشش کر ڈالی۔

• وہ تو میں نے ہوائی چھوڑی تھی؟ عمران بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

• کیا مطلب؟

• آپ نے جو رونا شروع کر دیا تھا۔ تو آخر چپ کس طرح ہوتیں۔ خواتین کو روتے دیکھ کر مجھ پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

• تو تم نے ڈیڈی پر جھوٹا الزام لگایا تھا؟

• آپ کا دل رکھنے کے لیے پچھلی سات پشتوں پر بھی الزام لگا سکتا ہوں۔

• اگر میں ڈیڈی کو بتا دوں تو...؟

• میں نے کب کہا ہے کہ نہ بتایئے۔

• اس کے بعد پھر نہ ٹک سکو گے یہاں۔

• تب تو ضرور بتایئے۔

• کیا مطلب؟

• میں تو خود ہی بھاگ جانا چاہتا ہوں ان واقعات کے بعد۔

• بھگوڑے تو ہو ہی پتا نہیں کہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔

• جو کچھ دل چاہے کہیے یہاں تو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

• بیچ سڑک پر ٹھہرا لو اور حرکت ہی زندگی سے پیار ہے کیا؟

• پھر بتا تو سعدیہ کو کہاں سے پیدا کر لی جس کا کوئی وجود نہیں ہے؟

• یہ علم کیسے ہوا؟

• جی ہاں آپ مصر ہو رہی تھیں کہ آپ کو سعدیہ کے پاس لے چلوں۔ میں نے آپ کا دھیان بٹانے کے لیے ڈیڈی پر اپنے تعاقب کی تفصیل پوچھی اور بڑھتے کا نام سنتے ہی وہ تدبیر کر ڈالی جس کی بنا پر آپ کو گھر ہی کی طرف جانا پڑا تھا۔

• اوّل درجے کے فراڈی ہو۔

• اپنی جان بچانے کے لیے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

• تو پھر یہاں سے کب بھاگ رہے ہو؟

• جب تک کہ خود سیٹھ صاحب کان پکڑ کر نکال باہر نہ کریں۔

• اور تم انھیں اس پر مجبور کر دو گے۔

• شاید ایسا نہ کر سکوں سیٹھ صاحب بہت شریف آدمی ہیں انھیں دھوکا نہیں دے سکتا۔

• مجھے بے وقوف بناتے ہو تو میں تمھیں نکال کر رہوں۔

• بے وقوف نہیں بنایا تھا اپنی جان بچائی تھی۔ آخر میں آپ کو سعدیہ کے نام پر کہاں لے جاتا۔

• اگر میں ڈیڈی سے پوچھ ہی بیٹھتی تو...؟

• میں پورا واقعہ دہرا کر ان سے معافی مانگ لیتا۔

• واقعی بہت کھوٹے ہو۔

• آپ کے ڈیڈی ایسا نہیں سمجھتے ورنہ میں یہاں ٹک نہیں سکتا تھا۔

• تم نے ابھی تک کیا ہی کیا ہے تمھاری موجودگی میں ڈیڈی پر سب گزر گئی۔

• اگر سیٹھ صاحب مجھے بتا دیتے کہ وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہیں تو میں اور کوئی تدبیر کرتا۔

• تم کچھ بھی نہیں کرتے صرف باتیں بنانے کے ماہر ہو۔

• کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں؟

• ہاں! میں یہی چاہتی ہوں۔

• بات پوری طرح سمجھ میں آ گئی۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

• کون سی بات سمجھ میں آ گئی؟

• ان واقعات کے پیچھے آپ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔

• یہ کیا بکواس ہے؟

• آپ جلد از جلد اپنے ڈیڈی کی دولت پر قبضہ جما لینا چاہتی ہیں۔ قتل کا الزام ان نامعلوم لوگوں کے سر جائے گا۔

• تمھارا بھرکس کر کے رکھ دوں گی۔ وہ اس کی طرف جھپٹی تھی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ راہداری میں جیلانی سیٹھ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ غزالہ اس کے پیچھے تھی۔

• ٹھہرو۔ جیلانی سیٹھ نے گرج کر کہا یہ کیا ہو رہا ہے؟

ساتھ ہی اس نے غزالہ کا بازو بھی پکڑ لیا تھا۔ وہ ہانپتی

ہوئی بولی۔ مجھے چھوڑ دیجیے جان سے مار دوں گی۔

• بات کیا ہے۔ جیلانی کو بیچ میں غصہ آ گیا۔

• کہتا ہے کہ میں آپ کو مروا دینا چاہتی ہوں۔

• یہ کیا بکواس ہے؟

• اسی سے پوچھیے۔ کہتا ہے جلد از جلد آپ کی دولت پر قبضہ کرنے کے لیے میں نے یہ چکر چلایا ہے۔ خدانخواستہ آپ کو قتل کروا دوں گی اور الزام ان نقاب پوشوں کے سر جائے گا۔

• اوہ... تم بھی احمق ہو گئیں اس کے ساتھ... یہ تو بے وقوف آدمی ہے۔

• تو پھر فوراً نکال باہر کیجیے اس بے وقوف آدمی کو۔

دفعتاً عمران پھر راہداری کے سرے پر دکھائی دیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ ہاں... ہاں نکال باہر کیجیے۔ میں کب سے نکلنا چاہتا ہوں۔

• چلو... ادھر آؤ...؟ جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

• انھیں سمجھا دیجیے پھر قریب آ سکتا ہوں۔ میں تو ایک اچھا مشورہ دینے لگا تھا انھوں نے تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں نکالیں اور پھر مجھے جان سے مار دینے پر تل گئیں۔

• میں کہتا ہوں ادھر آؤ۔ جیلانی غرایا۔

عمران سہما سہما قریب پہنچا تھا اور اس طرح غزالہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کے غافل ہوتے ہی وہ ہاتھ چھوڑ دے گی۔

• یہ تم اس سے کیا بکواس کر رہے تھے؟ جیلانی نے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

• پھر کیا کرتا جب میری سمجھ میں ساری باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں تو مجھے غصہ آ جاتا ہے۔

• کون سی بات سمجھ میں نہیں آئی؟

• میں یہ کہنے لگا تھا کہ اب مس صاحبہ وقت بے وقت گھر سے نکلنا چھوڑ دیں۔

• میں خود بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ جیلانی بولا۔ اگر خدانخواستہ تم پر کوئی حادثہ گزر گیا تو مجھے ان کے سامنے سر جھکانا ہی پڑے گا۔

• لیکن آپ تو گھر ہی میں تھے جب آپ پر یہ حادثہ گزرا۔ غزالہ بول پڑی۔

• یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔ جیلانی کا لہجہ پر تشویش تھا۔

• اس کی فکر نہیں۔ اب تو کوئی یہاں قدم رکھ کر دیکھے۔ راتوں کو جاگ کر نگرانی کروں گا۔

• کیا ان کی خوشبو تمھیں آتی ہوئی آتی ہے کہ تم ہوشیار ہو جاؤ گے؟ غزالہ تنک کر بولی۔

• ہم... میرے پاس... اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ عمران بوکھلا کر بولا۔

• تم اس سے باتوں میں نہیں جیت سکو گے۔ جیلانی ہنس پڑا پھر سسکاری سی لی شاید اس کے بازو کو جھٹکا لگا تھا ہنسنے سے۔ عمران نے اسے غور سے دیکھا تھا اور ٹھنڈی سانس لی تھی۔ بات وہیں ختم ہو گئی جیلانی نے دونوں سے اپنے اپنے کمروں کی طرف جانے کو کہا تھا پھر وہ شام کی چائے کے وقت ایک کمروں سے باہر نکلے تھے۔ ڈرائنگ روم میں دونوں کی ملاقات پھر ہوئی جیلانی سیٹھ اپنی خواب گاہ ہی میں تھا۔ شاید اس کی چائے وہیں بھجوا دی گئی تھی۔ عمران خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ نظر اٹھا کر غزالہ کی طرف دیکھا تک نہیں تھا لیکن غزالہ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ آخر کار بول ہی پڑی تھی۔ آخر تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟

• دنیا کا مظلوم ترین آدمی۔ جس کی ہمدردی کی باتوں پر بھی لوگوں کو غصہ آ جاتا ہے۔

• تم خود بات بڑھاتے ہو تمھیں اتنی بے دردی سے اظہار خیال نہیں کرنا چاہیے تھا۔

• اصل میں جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر میرا دماغ بہت تیز ہو گیا ہے۔ سارے امکانات کا جائزہ لینے کی عادت پڑ گئی ہے۔ ویسے اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

• پتا نہیں کیوں۔ تھوڑی دیر بعد تمھیں معاف کر دینے کو دل چاہتا ہے۔

• شکریہ!

• سنو! ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے۔ وہ آگے جھک کر رازداری کے انداز میں بولی۔

• کہیے... کہیے۔ عمران نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔

• ڈیڈی ضدی ہیں۔

• نکلی ہوئی بات ہے بازو تڑوا لیا لیکن ٹس سے مس نہ ہوئے۔

• اور میں سوچ رہی ہوں کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

• میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے۔ عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

• بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ تم نے کیا بگاڑ لیا تھا ان کا۔ سڑک پر سے اٹھا لے گئے تھے ڈیڈی کو وہ گھر سے گئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

• یہ بھی ٹھیک ہے۔ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"فضول باتیں کر رہے ہو میری تجویز بھی تو سنو۔"

"او ہاں... کہیے... کہیے...!"

"کیوں نہ ہم دونوں اپنے طور پر اس چیز کو تلاش کریں۔"

"نہیں صاحب!" عمران دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "سیٹھ صاحب مجھے گولی مار دیں گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ انہیں معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔"

"اس کے تصور سے میرا دم نکل رہا ہے۔"

"تب پھر تم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تم بتاؤ انسانی زندگیاں زیادہ اہم ہیں یا وہ نامعلوم چیز؟"

"انسانی زندگیاں۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"مزاج کا مذاق ہی غلط سیٹھ کو مزہ چکھا رہا ہے۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔"

"اگر ایسے آدمی کی مدد نہ کی جائے تو وہ خود ڈوب ہی جاتا ہے۔"

"مدد کرنے کے لیے تو میں یہاں ہوں لیکن مدد کس طرح کی جائے۔"

"خاموشی سے اس چیز کو تلاش کر کے ان لوگوں کے حوالے کر دیں۔"

"بڑی آسانی سے یہ بات آپ کی زبان سے پھسل گئی ہے۔ لیکن ہمیں تو اس چیز کی نوعیت ہی کا علم نہیں ہے جسے تلاش کریں گے۔"

"کوئی ایسی چیز جو بہت اہم ہو۔"

"ٹھہریے۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خدا کے لیے ٹھہر جائیے۔ مجھے پسینے آ رہے ہیں... ارے باپ رے۔"

"کیا ہوا کیا بات ہے؟"

"اسی ہی ایک چیز یاد آ رہی ہے۔ وہ ایک دانت تھا کسی آدمی کا دانت میرے دادا جان کے قبضے میں تھا... پورا خاندان تباہ ہو گیا اور میں آخری فرد... یعنی خاندان کا آخری چشم و چراغ اس طرح بھٹکتا پھر رہا ہوں۔"

"کیا بک رہے ہو؟"

"وہ افریقہ کے ایک جادوگر کا دانت تھا جو کرنل ڈمپ کے ہاتھوں ٹوٹا تھا۔"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"پھر ضروری نہیں کہ وہ خطرناک چیز سیٹھ صاحب نے گھر میں رکھی ہو۔"

"گھر کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو گی۔"

"تب تو وہ لوگ نرے چغد معلوم ہوتے ہیں۔ نہایت آسان تدبیر تھی نوکروں کو گھر کے سرقے پر آمادہ کرتا اور نہایت اطمینان سے پورا بنگلہ الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔"

"اس کے باوجود بھی وہ چیز نہ ملتی۔"

"اوہ!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جس کا علم آپ دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔"

"آہستہ بولو۔" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ عمران کچھ اور آگے جھک آیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "تہہ خانہ جس کا علم ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں لیکن وہاں تنہا جاتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"پہلے کبھی گئی ہیں؟"

"نہیں۔ بس ایک بار... خود ڈیڈی لے گئے تھے اور مجھے دیر تک سمجھاتے رہے تھے کہ میں اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کروں۔"

"تب تو ممکن ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں راستہ جانتی ہوں... لیکن میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس سیف کو اس کی جگہ سے ہٹا سکوں۔"

"یہ میں کر لوں گا آپ فکر نہ کریں۔"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ بات تمہاری ذات سے آگے نہیں بڑھے گی۔"

"قطعی نہیں بڑھے گی لیکن آپ کو یقین دلانا میرے بس سے باہر ہے۔"

"کرنل ڈمپ اور مقتول مرغے کی قسم کھاؤ مجھے یقین آ جائے گا۔"

"میں ان دونوں کو اس جھگڑے میں نہیں گھسیٹنا چاہتا خواہ آپ مجھ پر اعتماد کریں یا نہ کریں۔"

"بس تو پھر جیسے وہ لوگ مجھے اٹھا لے جائیں گے اور ڈیڈی کو دھمکائیں گے کہ اگر انہوں نے وہ چیز ان کے حوالے نہ کی تو مجھے مار ڈالیں گے۔"

"یہ کام تو انہیں بہت پہلے کر گزرنا چاہیے تھا خواہ مخواہ دیر لگائی۔"

"تم ہوش میں تو ہو؟" غزالہ بھڑک اٹھی۔

"ہوش میں ہوتا تو یہ ضرور سوچتا کہ آخر مجھ میں کون سے ایسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ میرے یہاں آتے ہی انہیں اس قسم کی تدبیریں سوجھنے لگیں۔"

"اوہ۔" وہ آنکھیں نکال کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر سر ہلا کر بولی۔ "واقعی یہ بات ابھی تک ذہن میں نہیں آئی تھی کہ جب تک تم اس پہلو پر نہیں دکھائی دیے ہم نارمل قسم کی زندگی گزار رہے تھے اور مجھے ڈیڈی کی کسی بے رازی کا علم نہیں ہوا تھا۔"

"سوچ جائیے میں تو چلا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "ملازمت بھی ملی تو مچھلیاں پیدا کر کے مارنے والی۔"

"بیٹھو۔" غزالہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مجھ پر رحم کیجیے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

عمران پھر دوزانو بیٹھ گیا۔ اب غزالہ بھی دانت پیستی رہ گئی۔

اسی کے تو دہائی پر اس کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہوا تھا کہ اس کی آمد سے قبل وہ لوگ بڑی پرسکون زندگی گزار رہے تھے اور یہ کہانی ایک حادثے سے شروع ہوئی تھی۔ وہ سوچتی رہی اور اس کا ذہن ان معاملات میں الجھتا ہی گیا کہ ڈمپ کی آمد اور اس کی حیثیت معمہ بن کر رہ گئی تھی۔ آخر کار وہ اٹھی اور اسی ذہنی کیفیت میں بے حد جھنجھلاہٹ کے ساتھ جا بیٹھی۔ وہ آرام کرسی پر نیم دراز تھا اور نہ جانے کیوں اس نے خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہی رکھا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ وہ قریب جا کھڑی ہوئی لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ پھر اسے پاؤں پٹخ کر ہی ہونے والی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا اور عمران برآمد ہوا۔ غزالہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "دروازہ بند کر دیجیے اور بیٹھ جائیے۔"

"آہستہ بولو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "جاگ پڑیں گے۔"

"سر پر ڈھول بجانے سے بھی نہیں جاگ سکتے۔" عمران نے بڑے اطمینان سے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"کیا مطلب؟"

"اطمینان سے بیٹھ جاؤ... ضروری مشورہ..."

"آخر ڈیڈی...؟" وہ پر تشویش نظروں سے جیالی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

"بے فکر رہیے صرف گہری نیند ہے کوئی خاص بات نہیں۔"

"کیسی نیند ہے؟ یہ تو پیروں کی چاپ سے بھی جاگ جاتے ہیں۔"

"میں نے انہیں سلا دیا ہے۔ تکلیف زیادہ تھی لہٰذا ایک انجکشن دیا۔"

"آخر بات کیا ہے جلدی بتاؤ ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔"

"آپ نے تب اس کہا تھا کہ آپ اپنے باپ کو کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث دیکھنا پسند نہیں کریں گی۔"

"اور اب بھی یہی کہتی ہوں۔"

"تو پھر میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ ان کا وہ بازو قطعی محفوظ ہے۔ فریکچر تو بڑی چیز ہے کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں ہے یہ تو آپ جانتی ہی ہیں جس حصے میں فریکچر ہو تب اس پر ورم بھی آ جاتا ہے۔"

"یقینی بات ہے۔"

"تو پھر میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ شانے سے لے کر انگلیوں تک کہیں معمولی سا ورم بھی نہیں ہے یہ تو بینڈیج اس طرح کی گئی ہے کہ کوئی صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔"

عمران نے جیالی کے چوٹ کھائے ہوئے بازو کو پٹیوں کی بندش سے آزاد کرنا شروع کیا تھا اور پھر ذرا سی دیر میں غزالہ کو اس کے بیان پر یقین کرنا پڑا تھا۔ بازو بالکل ٹھیک تھا۔ اس پر کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ اس کی زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی۔ عمران کو دوبارہ پٹی باندھتے دیکھتی رہی۔ پہلے ہی کی سی بینڈیج کر دینے کے بعد وہ اس کی طرف مڑا۔ غزالہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ پھر عمران نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا اس نے خاموشی سے تعمیل کی عمران بھی اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکلا تھا اور گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر یہ سب کیا ہے۔" وہ بالآخر بولی۔

"مجھ سے تو پوچھیں بھی نہیں۔ کیا یقین ہے کہ کوئی بڑا چکر ہے۔"

"تم نے انہیں بے ہوش کیسے کیا تھا؟"

"وہ سونے سے قبل نیند کا انجکشن لینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔"

"میرے لیے یہ بھی نئی اطلاع ہے۔"

"میں غور سے انہیں دیکھتا رہا ہوں۔ آج میں نے نیند والی دوا کے ایمپیول کی جگہ بے ہوشی طاری کرنے والی دوا کا ایمپیول رکھ دیا تھا لہٰذا انہوں نے خود ہی اپنے اوپر بے ہوشی طاری کر لی۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"ہاتھ کی بینڈیج دیکھ کر اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا مجھے پہلے ہی نظر میں شبہ ہو گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"لیکن آخر کیوں؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ انہوں نے میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے کیا ہے۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"شاید وہ مجھے سی آئی ڈی سے متعلق سمجھتے ہیں۔ چونکہ وہ کیپٹن کی قیام گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی اس لیے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔"

"تو کیا تم سچ مچ سی آئی ڈی کے آدمی نہیں ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تو پھر تم کون ہو؟"

"کرنل ڈمپ! اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔"

"اگر وہ سچ مچ کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث

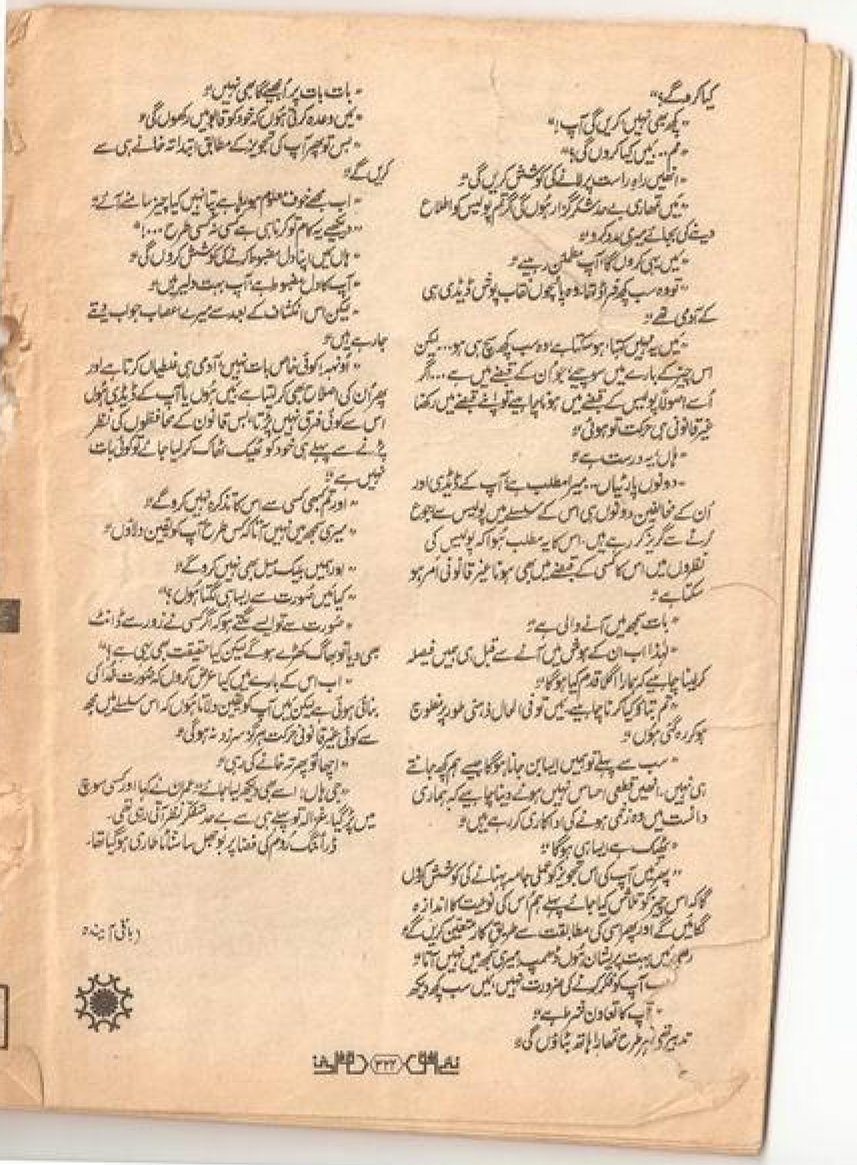

Please don't forget me; whenever you find any new Imran Series of Ibne Safi. Kindly mail me at this id   mimranmalik@gmail.com Specially if someone has any novels of Zeroland specialists.

Regads.
Imran

30-Dec-2007